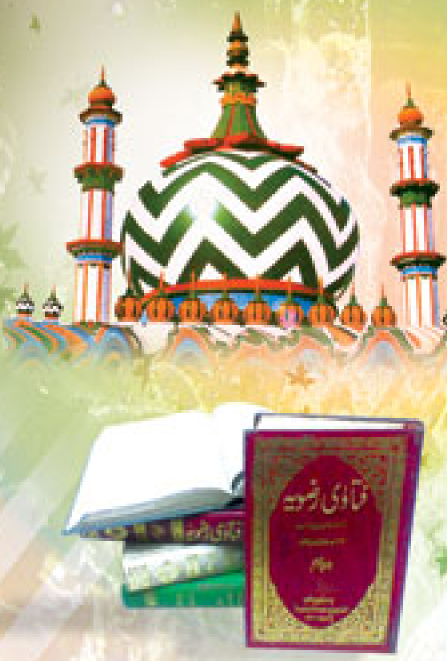
فتاویٰ رضویہ کے ایک رسالے "الحقوق لطرح العقوق" کا حاشیہ مع تخریج و اضافہ

والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق

مُصنّف: اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن



اس رسالے میں آپ پڑھیں گے

- باپ کی توہین کرنے والے کا شرعی حکم
- سوتیلی ماں کی تعظیم و حرمت
- ماں باپ میں سے زیادہ حق کس کا ہے؟
- ماں کے حقوق کے بارے میں احادیث
- والدین کے نافرمان کی امامت کا شرعی حکم
- شاگرد اور استاذ کے حقوق کا بیان
- حسد کی مذمت اور حاسد کی سزا
- بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا انجام
- علم دین کی توہین کرنا کیسا؟

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبہ کُتبِ اعلیٰحضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

مدنی چینل دیکھتے رہیے

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)

SC1286

یاد داشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ان شاء اللہ عزوجل علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک منفرد رسالہ

”الحقوق لطرح العقوق“

کی تسہیل وتخریج بنام

والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق

مصنّف

اعلیٰ حضرت ، امامِ اہلِ سنت ، مجدّدِ دین وملّت مولانا شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

پیشکش

مجلس: المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ کتبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوة والسلام علیک یارسول اللہ   وعلیٰ آلک واصحابک یاحبیب اللہ

نام کتاب : الحقوق لطرح العقوق

تسہیل وتخریج بنام : والدین،زوجین اوراساتذہ کے حقوق

مصنف : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

پیش کش : مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبۂ کتب اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن)

سن طباعت : ۱۴۲۷ھ بمطابق 2006ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ کی مختلف شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر، باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردارآباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ، مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ آفندی ٹاؤن، حیدرآباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں، میرپور کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

Ph:4921389-90-91 Ext:1268

فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

”حق تلفی سے بچیں“ کے بارہ حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”12 نیّتیں“

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: **نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ** مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (”المعجم الكبير“ للطبراني، الحديث:٥٩٤٢،ج٦، ص١٨٥، داراحياء التراث العربي بيروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿2﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا ﴿2﴾ حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور ﴿3﴾ قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿4﴾ قرآنی آیات اور ﴿5﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿6﴾ جہاں جہاں ”اَللّٰہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿7﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا ﴿8﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) ”یادداشت“ والے صفحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿9﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿10﴾ کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیتِ حصولِ علمِ دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿11﴾ اس کتاب کو پڑھ کر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کروں گا اور حق تلفی سے بچوں گا ﴿12﴾ کتابت وغیرہ میں شَرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا۔ (ناشرین ومُصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتبِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور المدینۃ العلمیۃ

از: بانیِ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علی اِحْسَانِہٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم میرے ولیِ نعمت، میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن بے مثال ذہانت وفطانت، کمال دَرَجہ فقاہت اورقدیم و جدید عُلُوم میں کامل دَسترس ومہارت رکھتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تقریباً ایک ہزار کُتُب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پچپن سے زائد عُلوم وفُنون میں تبحُّرِ علمی پر دالّ ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی جن قلمی کاوشوں کو بینَ الاقوامی شُہرت حاصل ہوئی اُن میں ''کنزالایمان''، ''حدائقِ بخشش'' اور ''فتاوٰی رضویہ'' (تخریج شدہ ۳۳ جلدیں) بھی شامل ہیں، آخر الذّکر توعُلوم وفُنون کا ایسا بَحرِ بیکراں ہے جو بے شمار ومُستند مسائل اور تحقیقاتِ نادِرہ کواپنے اندر سَموئے ہوئے ہے، جسے پڑھ کر قدردان انسان بے ساختہ پُکار اُٹھتا ہے کہ امامِ اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مُجتہِدانہ بصیرت کا پَرتَو ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کُتُب رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں، ہر

اسلامی بھائی اور اسلامی بہن کو چاہیے کہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جُملہ تصانیف کا حسبِ استطاعت ضرور مطالَعہ کرے۔

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینة العلمیة''** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے، اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبۂ تخریجِ کُتُب

(۳) شعبۂ درسی کُتُب (۴) شعبۂ اصلاحی کُتُب

(۵) شعبۂ تراجمِ کُتُب (۶) شعبۂ تفتیشِ کُتُب

''المدینة العلمیة'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی

ترغیب دلائیں۔

اللہ عزّوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بشُمُول ''المدینۃ العلمیۃ'' کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں اپنے مدنی حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ عزوجل! ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ اپنے بزرگوں کی کتابیں احسن انداز میں پیش کریں، چنانچہ اس سلسلے میں امامِ اہلسنّت، مجدِدِ دین وملت، اعلیٰ حضرت، شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے کئی کتب ورسائل **مکتبۃ المدینہ** سے طبع ہو کر عوام وخواص سے خراجِ تحسین پا چکے ہیں، اس سلسلے کی ایک اور کڑی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک اور رسالہ **''الحقوق لطرح العقوق''**، پیشِ خدمت ہے، جس کا اردو نام شیخِ طریقت، امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتھم العالیہ نے **''والدین، زوجین اوراساتذہ کے حقوق''** رکھا ہے۔

اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق قرآن وحدیث کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے، والدین کے حقوق تفصیل سے بیان فرمائے کہ کس معاملے میں باپ کو ترجیح حاصل ہے اور کس معاملے میں ماں کو، اور جب والدین کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اب یہ کیا کرے؟۔

اسی طرح ان کی وفات کے بعد اولاد پر کیا حقوق لازم ہیں ان سب کو بڑے ہی جامع انداز میں بیان فرمایا اور ساتھ ہی والدین کو تکلیف دینے والی نافرمان اولاد کے لیے احادیث میں موجود وعیدیں بھی ایک جگہ بیان فرمادیں کہ نافرمان اولاد ان احادیث کی روشنی میں درسِ عبرت حاصل کر کے اپنی دنیا وآخرت سنوار سکے چنانچہ یہ رسالہ اولاد کو والدین کے حقوق سکھانے اور ان کے حقوق کی اہمیت اجاگر کرنے

میں بہترین تصنیف ہے۔

اسی طرح آپ علیہ الرحمۃ نے زوجین کے حقوق سے متعلق شرعی مسائل کو بھی بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

مزید یہ کہ اس رسالہ میں ایک نالائق شاگرد کے حق میں آپ علیہ الرحمۃ سے فارسی زبان میں ایک سوال کیا گیا جو فلسفہ کی بنیاد پر اپنے آپ کو دینی استاذ پر فوقیت دیتا تھا چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ استاذ کے حقوق بیان کرتے ہوئے اُس ناعاقبت اندیش شاگرد کا بھرپور ردّ فرماتے ہیں جس سے ضمناً فلسفہ سیکھنے اور سکھانے کی شرعی حیثیت بھی معلوم ہو جاتی ہے اسی طرح اس رسالہ میں اور بھی کئی حقوق بیان کیے گئے ہیں جسے پڑھ کر ہی اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اس ''رسالہ'' پر تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کی مجلس ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کے مَدَنی علماءِکرام سلمہم اللہ المِنعام نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہے جس کا اندازہ ذیل میں دی گئی کام کی تفصیل سے لگایا جا سکتا ہے:

۱۔ آیات واحادیث اور دیگر عبارات کے حوالہ جات کی مقدور بھر تخریج کی گئی ہے۔

۲۔ مشکل الفاظ کے معانی، اُن کی تسہیل اور عربی، فارسی عبارات کے ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ عام قاری کو بھی یہ ''رسالہ'' پڑھنے میں دشواری محسوس نہ ہو۔

۳۔ جہاں قرآنی آیات کا ترجمہ نہیں تھا وہاں ''**کنز الایمان**'' سے ترجمہ ڈال دیا گیا ہے، اور اسی طرح جہاں بعض عبارات کا ترجمہ نہیں تھا وہاں ترجمہ کر کے آخر میں بطور امتیاز ''ت'' لکھ دیا گیا ہے تا کہ مصنف علیہ الرحمہ کے ترجمہ سے امتیاز رہے۔

۴۔آیاتِ قرآنیہ کو منقش بریکٹ ﴿ ﴾، متنِ احادیث کو ڈبل بریکٹ (( ))، کتابوں کے نام اور دیگر اہم عبارات کو Inverted commas " " سے واضح کیا گیا ہے۔

۵۔نئی گفتگو نئی سطر میں درج کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو باآسانی مسائل سمجھ آسکیں۔

٦۔فہرست میں اہم نکات کو جدا جدا لکھ کر پورے رسالہ کا اجمالی خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔

۷۔آخر میں ماخذ و مراجع کی فہرست، مصنفین و مؤلفین کے ناموں، ان کی سنِ وفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے۔

اس رسالے کے پیش کرنے میں آپ کو جو خوبیاں دکھائی دیں وہ اللہ عزوجل کی عطا، اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نظر کرم، علماء کرام رحمہم اللہ اور شیخ طریقت امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری کے فیض سے ہیں اور جو خامیاں نظر آئیں ان میں یقیناً ہماری کوتاہی ہے۔

قارئین خصوصاً علماء کرام دامت فیوضھم سے گزارش ہے کہ اس "رسالہ" کے معیار کو مزید بہتر بنانے کے بارے میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے تحریری طور پر مطلع فرمائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس "رسالہ" کو عوام و خواص کے لیے نفع بخش بنائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم!

شعبۂ کتب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المدینة العلمیة)

اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے اسے پڑھئے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

سیّدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مجدّد ِدین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی بارگاہ میں والدین، اساتذۂ کرام اور میاں بیوی کے حقوق سے متعلق چند سوالات پیش کئے گئے، آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں بہترین انداز میں دلائل کے ساتھ ارشاد فرمائے، قارئین کی سہولت کے لئے اصل کتاب سے پہلے ان سوالات کے جوابات کا خلاصہ ترتیب وار پیش کیا جا رہا ہے تا کہ آئندہ صفحات پر آنے والے رسالے "الحقوق لطرح العقوق" کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

"امام ِاہل سنت مجدد دِین وملت، پروانۂ شمعِ رسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی طرف سے دیئے گئے سوالات کے جوابات کا آسان خلاصہ"

سوال نمبر ۱

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال کیا گیا کہ ایک لڑکے نے اپنے والد کی توہین کی اور اسے ذلیل کیا اور اس کی تمام جائداد پر قبضہ کر کے باپ کے لیے کچھ نہ چھوڑا، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص بہت سخت گنہگار اور اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کا حقدار ہے کیونکہ باپ کی نافرمانی میں اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضگی میں اللہ عزوجل کی ناراضگی ہے، اگر والدین راضی ہیں تو اسے

جنت ملے گی اگر والدین ناراض ہوں تو دوزخ میں جائے گا۔لہٰذا اُسے چاہیئے کہ جلد از جلد والدین کو راضی کرے ورنہ اس کی کوئی فرض ونفل عبادت قبول نہ ہوگی اور مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے پھر آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے اپنی اس تمام گفتگو پر احادیث کریمہ پیش کیں جو آپ اس رسالہ میں آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

سوال نمبر ۲

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن سے یہ پوچھا گیا کہ بیٹے پر سوتیلی ماں کا کیا حق ہے اور جو سوتیلی ماں پر تہمت لگائے اس کا کیا حکم ہے؟

آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان پر تہمت لگانا قطعاً حرام ہے اور زنا کی تہمت لگانا وہ بھی سوتیلی ماں پر، بہت بڑا گناہ ہے،شرعاً ایسا شخص فاسق اور 80 کوڑوں کا مستحق ہے اور ایسے شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے۔

سوال نمبر۳

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال کیا گیا کہ اولاد پر ماں کا حق زیادہ ہے یا باپ کا؟

آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ارشاد فرمایا کہ اولاد پر ماں اور باپ دونوں کا حق نہایت عظیم ہے۔البتہ!ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ ہے۔پھر آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے اس پر قرآنی آیات اور احادیث پیش کیں اور آخر میں فرمایا کہ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ خدمت اور لینے دینے کے معاملات میں ماں کا حق زیادہ ہے جبکہ ادب واحترام میں باپ کا حق،مثال کے طور پر بیٹے کے پاس

سو روپے ہیں تو بیٹا ماں کو پچھتر اور باپ کو پچّیس روپے دے۔اس کے علاوہ بھی آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے بڑی پیاری مثالیں پیش فرمائیں۔پھر آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے یہ بھی بیان فرمایا کہ جب ماں اور باپ کا آپس میں جھگڑا ہوجائے تو اولاد کیا کرے،کس کا ساتھ دے؟ جس کی تفصیل آپ کو اسی رسالے میں پڑھنے کو ملے گی جسے پڑھ کر آپ کا دل باغ بلکہ باغ مدینہ ہو جائے گا۔ان شاءاللہ عزوجل۔

سوال نمبر ٤

سیدی اعلی حضرت علیہ رحمۃ الرحمن سے یہ سوال بھی کیا گیا کہ میاں بیوی میں سے کس کے حقوق زیادہ ہیں؟

آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے ارشاد فرمایا کہ دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق برابر ہیں البتہ! عورت پر شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں احادیث کثیر ہیں جن میں شوہر کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے اور ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ ''عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ اور مرد پر زیادہ حق ماں کا ہے یعنی بیوی سے بھی زیادہ۔''

سوال نمبر ٥

سیدی اعلی حضرت علیہ رحمۃ الرحمن سے ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ والدین کے انتقال کے بعد اولاد پر کن کن حقوق کی ادائیگی لازم ہے؟

آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے مثلاً:

(١) ان کی موت کے بعد غسل،کفن،دفن اور نماز کے معاملات میں،سنتوں اور

مستحبات کا خیال رکھے۔

(۲)ان کیلئے دعاء واستغفار کرتا رہے۔

(۳)صدقہ، خیرات اور نیکیاں کرکے ان کا ثواب والدین کو پہنچائے۔

(۴)ان پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی میں جلدی کرے۔

(۵)ان پر کوئی فرض عبادت رہ گئی ہو تو کوشش کرکے اس کی ادائیگی کرے مثلاً نماز و روزہ ان کے ذمہ باقی ہو تو اس کا کفارہ (فِدیہ) دے۔

(۶)تہائی مال سے زائد مال میں ان کی جائز وصیت کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔

(۷)ان کی قَسم ان کی وفات کے بعد بھی سچی رکھے مثلاً جن کاموں سے ان کی زندگی میں باز رہتا تھا بعدِ وفات بھی رُکا رہے۔

(۸)ہر جمعہ ان کی قبر کی زیارت کو جائے اور وہاں تلاوت قرآن کرے۔

(۹)ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کرے۔

(۱۰)ان کے دوستوں کا ہمیشہ ادب واحترم کرے۔

(۱۱)کبھی کسی کے والدین کو بُرا کہہ کر اپنے والدین کو بُرا نہ کہلوائے۔

(۱۲)اور سب سے بڑا حق یہ ہے کہ گناہ کرکے قبر میں ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔

الحاصل! والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق کی اس قدر تفصیل سے بخوبی پتا چل جاتا ہے کہ دینِ اسلام میں والدین کی وفات کے بعد بھی ان کی قدر و منزلت اور مقام بہت بلند و بالا ہے۔

سوال نمبر ٦

اس سوال میں آپ علیہ رحمۃ الرحمن سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جو کچھ سمجھ

بوجھ رکھتا ہے اپنے والدین پر ظلم وستم کرتا ہے خود بھی انہیں گالیاں دیتا ہے اور دوسروں سے بھی دلواتا ہے اور ساتھ ہی جھوٹ بولنے اور چوری کرنے جیسے بُرے افعال سے پہچانا جاتا ہے لہٰذا ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس کی دعوت کرنا، اور اس کی دعوت میں شریک ہونا اسے صدقہ وغیرہ دینا کیسا ہے جو اس کی تائید کرے اور اس کا ساتھ دے اس کے بارے میں کیا حکمِ شرعی ہے؟

آپ علیہ رحمۃ الرحمن نے جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص نہ صرف گنہگار بلکہ گنہگاروں کا سردار ہے، عذاب الٰہی کا حقدار اور بہت بڑا بدکار ہے ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جتنی نمازیں پڑھ لیں ان نمازوں کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور جو کوئی ایسے شخص کو امام بنائے وہ بھی گنہگار ہے کیونکہ شرعاً ایسے سے نفرت کرنے اور تعظیم نہ کرنے کا حکم ہے اس کی دعوت کرنا یا اس کے گھر میں دعوت کھانا بلکہ اس سے دوستی کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور جو اس کی تائید کرتے ہیں وہ بھی سخت گنہگار ہیں پھر آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان احکام شرعیہ پر احادیث بیان فرمائیں۔

سوال نمبر ۷

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن سے ساتواں سوال یہ کیا گیا کہ ایک عورت جسے بیماری کی حالت میں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا اس نے کچھ رشتے داروں کی موجودگی میں اپنے شوہر کو مخاطب کر کے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی چاہی اور اپنے تمام حقوق بھی شوہر کو معاف کر دیئے جبکہ مہر، جو شوہر نے اب تک ادا نہ کیا تھا اسے بھی علیحدہ سے معاف کیا، اسی طرح شوہر نے بھی اپنے تمام حقوق بیوی کو معاف کر دیئے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح سے دونوں کے تمام حقوق معاف ہو گئے یا پھر

ہر ہر حق و خطا کی تفصیل بیان کر کے معافی مانگنی ضروری تھی،اور بیوی نے شوہر کو اپنی موت کے وقت جو مہر معاف کیا وہ معاف ہو گیا یا پھر مرضِ موت کے زمانے میں ہونے کی وجہ سے اس پر وصیت کے احکام نافذ ہوں گے؟

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمة الرحمن نے قوانینِ شرعیہ کی روشنی میں پُر دلیل جواب ارشاد فرمایا کہ جہاں تک شوہر اور بیوی کے عام حقوق کی معافی کا معاملہ ہے وہ تو معاف ہو گئے لیکن بیوی کے حقوقِ مالیہ مثلاً مہر وغیرہ،تو وہ بیوی کے ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ معاف کر دیں تو معاف،ورنہ وہ تقاضا کر سکتے ہیں،اور بیوی کے وہ حقوق جو مال کے علاوہ ہیں مثلاً کسی بات پر ناراضگی وغیرہ،اسی طرح شوہر کے وہ حقوق جن کا تعلق مال و غیر مال سے ہے اس میں جو کچھ شوہر اور بیوی کے علم میں تھے وہ سب معاف ہو گئے اور جو علم میں نہ تھے مگر معمولی تھے کہ معلوم ہونے پر بھی معاف کر دیتے تو وہ بھی معاف ہو گئے۔

ہاں البتہ! میاں بیوی کے وہ حقوق جن کی تفصیل جاننے کے بعد دونوں میں سے کوئی ایک بھی اپنے حق کو معاف نہیں کرتا تو ایسے حقوق کے معاف ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کرام کہتے ہیں:

مجمل یعنی مختصر الفاظ میں حقوق کی تفصیل بیان کیے بغیر بھی معافی طلب کرنے کی صورت میں تمام حقوق معاف ہو جائیں گے۔

جبکہ بعض دوسرے علماءِ کرام کہتے ہیں:

ہر ہر حق کو تفصیل سے بتا کر معافی مانگنے کی صورت میں ہی حقوق معاف ہوں گے ورنہ وہ حقوق ذمہ پر لازم رہیں گے۔

چنانچہ اختلافِ ائمہ ذکر کرنے کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن زبردست انداز میں مسئلہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں کہ:

وہ بڑے حقوق جن کی تفصیل بیان کی جاتی تو صاحبِ حق معاف نہ کرتا تو ان جیسے حقوق کی معافی کیلئے تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔ہاں! اگر ان حقوق کی معافی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں کہ **"دنیا بھر میں سخت سے سخت جو حق متصور** (تصور کیا جاسکتا) **ہو وہ سب میرے لیے فرض کر کے معاف کردے"** اور اُس نے معاف کردیے تو اس طرح سے بغیر تفصیل بیان کئے بھی تمام چھوٹے بڑے حقوق معاف ہوجائیں گے۔

سوال نمبر ۸

آپ علیہ رحمۃ الرحمن سے پوچھا گیا کہ استاذ کے کیا حقوق ہیں؟

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے "مسند امام احمد بن حنبل"، "عالمگیری"، "غرائب"، "تاتارخانیہ" کی روشنی میں اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ استاذ کے حقوق کو والدین اور تمام مسلمانوں کے حقوق سے بھی مقدّم رکھے چنانچہ استاذ کا ہر طرح سے ادب واحترام کرے، اس سے آگے نہ چلے، اس کے بیٹھنے کی جگہ پر نہ بیٹھے، اس سے بات چیت میں پہل نہ کرے، چاہے استاذ نے ایک ہی حرف پڑھایا ہو پھر بھی ادب کرے، ہاں البتہ! جب کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم دے جو شریعت کے خلاف ہو تو ہرگز ہرگز نہ کرے کہ حدیث پاک میں ہے: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں"۔

سوال نمبر ۹

آپ علیہ رحمۃ الرحمن سے آخری سوال یہ کیا گیا کہ ایک عالم صاحب جو سیّد، شریف النَّسب ، بزرگ، متقی و پرہیزگار ہیں مسجد میں امامت کرتے اور بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں ایک کم مرتبہ شخص نے ان سیّد صاحب سے علم دین حاصل کیا اور پھر بعد میں کسی اور سے فلسفہ وغیرہ پڑھ کر اپنے انہیں استاذ پر برتری ظاہر کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ پیسوں کی لالچ میں آ کر اپنے استاذ کو مسجد سے نکلوانے کی بھی کوشش شروع کر دی تا کہ خود ان کی جگہ پر قابض ہو جائے، شرعاً ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن نے اپنی عادت کے مطابق قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں دلائل کے انبار لگا دیئے، عالم کا شرعی حق، اس کی شان وشوکت، اس کا مقام اور مرتبہ خوبصورت انداز میں بیان فرمایا۔

آخر میں اس بدباطن شخص کے بارے میں حکم شرعی ارشاد فرمایا کہ:

وہ بدترین فاسق و فاجر ہے، استاذ کی بے ادبی کرنے کی وجہ سے سخت سزا کا مستحق ہے، نہ تو اس کی امامت جائز اور نہ ہی کسی مسلمان کو اس کی صحبت میں بیٹھنا جائز۔

چنانچہ اس سید فقیہ عالم دین کو امامت سے ہٹانا اور اس کی جگہ فلسفہ کے دعویدار بیوقوف کو مقرر کرنا ناجائز ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّي علی رسولہ الکریم

۱۲شعبان ۱۳۱۱ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں [1]:

مسئلۂ اُولیٰ

پسر [2] نے اپنے باپ کی نافرمانی اختیار کرکے کل جائدادِ پدر [3] پر قبضہ کرلیا اور باپ کے واسطے اوقاتِ بسری کے کچھ نہ چھوڑا بلکہ درپے تذلیل وتوہینِ پدر کے ہے [4] اور اللہ جل شانہٗ نے واسطے اطاعتِ پدر کے کلام اپنے میں فرمایا ہے [5]،

1......سائل نے یہاں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجدّدِ دین وملت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، رہبرِ شریعت، عاشقِ ماہِ رسالت، حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے یکے بعد دیگرے چار سوالات کیے جن کے آپ علیہ الرحمہ نے علیحدہ علیحدہ ترتیب وار جوابات ارشاد فرمائے۔

2......بیٹے۔

3......باپ کی تمام جائیداد۔

4......باپ کے پاس گزر اوقات کے لئے کچھ نہیں چھوڑا بلکہ باپ کو ذلیل ورسوا کرنے میں لگا ہوا ہے۔

5......اللہ تبارک وتعالیٰ نے باپ کی فرمانبرداری کے لئے اپنے کلام مجید وفرقان حمید میں تاکید فرمائی ہے۔

صورتِ ہذا میں اس نے خلافِ فرمودۂ خدا کیا، وہ منکرِ حکمِ خدا ہوا یا نہیں؟[1] اور منکرِ کلامِ ربانی کے واسطے[2] کیا حکمِ شرع شریف ہے؟ اور وہ کہاں تک گنہگار رہے؟

بَیِّنُوا تُوْجَرُوْا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب

پسرِ مذکور، فاسق، فاجر، مرتکبِ کبائر، عاق ہے اور اسے سخت عذاب وغضبِ الٰہی کا استحقاق[3]، باپ کی نافرمانی اللہ جبار وقہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار وقہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عملِ نیک اصلاً قبول نہ ہوگا[4]، عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔ حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

1......اس صورت میں اُس نے اللہ ربّ العزّت کے پاک ارشاد کے خلاف کیا چنانچہ اب وہ اللہ ربّ العزّت کے حکم کا انکار کرنے والا ہوا یا نہیں؟۔

2......اللہ ربّ العزّت کے کلام کا انکار کرنے والے کے لئے۔

3......جس فرزند کا ذکر کیا گیا ہے، وہ بدچلن، بدکار، کبیرہ گناہ کرنے والا، نافرمان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب اور غضب کا مستحق۔

4......کوئی نیک کام ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

((طَاعَةُ اللّٰهِ طَاعَةُ الوَالِدِ وَمَعْصِيَةُ اللّٰهِ مَعْصِيَةُ الوَالِدِ)).
رواه الطبراني عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالٰی عنه[1]۔

اللہ کی اطاعت ہے والد کی اطاعت، اور اللہ کی معصیت ہے والد کی معصیت (طبرانی نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((رِضَى اللّٰهِ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ)).
رواه الترمذي وابن حبان في "صحيحه" والحاكم عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالٰی عنهما[2]۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں، (ترمذی اور ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں اور حاکم نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ))، رواه ابن ماجه عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالٰی عنه[3]۔

ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں (ابن ماجہ نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے رویت کیا۔ت)

---

1 ...... "المعجم الأوسط"، من اسمه أحمد، الحديث: ٢٢٥٥، ج١، ص٦١٤.

2 ......"صحيح ابن حبان"، كتاب البر والإحسان، باب حق الوالدين، الحديث: ٤٣٠، ج١، ص٣٢٨، "سنن الترمذي"، كتاب البرّ والصلة، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، الحديث: ١٩٠٧، ج٣، ص٣٦٠.

3 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأدب، باب برّ الوالدين، الحديث:٣٦٦٢، ج٤، ص١٨٦.

چوتھی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((اَلْـوَالِـدُ أَوْسَـطُ أَبْـوَابِ الْجَنَّةِ فَـإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْـفَـظْـهُ)) رواه التـرمـذي وصحّحـه وابـن مـاجـه وابن حبان عن أبي الدرداء رضي اللّٰه تعالٰى عنه[1]۔

والد جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تُو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے کھودے خواہ نگاہ رکھ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی، اور ابن ماجہ و ابن حبان نے ابودرداء سے اسے روایت کیا۔ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَـدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِـوَالِـدَيْـهِ وَالـدَّيُّوثُ وَالرَّجُلَةُ مِنَ الـنِّسَـاءِ))، رواه الـنسائي والبزار بـإسـنـاد جيّد والحاكم عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالٰى عنهما[2]۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیّوث[3] اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔ (نسائی اور بزار نے اسناد جید کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

1......"سـنـن الترمذي"، كتاب البرّ والصلة، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، الحديث: ١٩٠٦، ج٣، ص٣٥٩.

2......"الـمستـدرك"، كتاب الإيمان، ثلاثة لا يدخلون الجنّة، الحديث: ٢٥٢، ج١، ص٢٥٢.

3......وہ نادان شخص جو اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کی بیوی کس کس غیر مرد سے ملتی ہے۔

چھٹی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ -عَزَّ وَجَلَّ- مِنْهُمْ صَرْفاً وَلَا عَدْلًا: عَاقٌّ وَمَنَّانٌ وَمُكَذِّبٌ بِقَدَرٍ))، رواه ابن أبي عاصم في "السنّة" بسند حسن عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالٰى عنه[1]۔

تین شخصوں کا کوئی فرض ونفل اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا: عاق اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی وبدی کو تقدیرِ الٰہی سے نہ ماننے والا، (ابن ابی عاصم نے "السنّہ" میں سندِ حسن کے ساتھ ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ساتویں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ)) رواه الحاكم والأصبهاني والطبراني عن أبي بكرة رضي اللّٰه تعالٰى عنه[2]۔

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالٰی چاہے تو قیامت کے لئے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔ (حاکم واصبہانی اور طبرانی نے ابو بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

1......"السنة" لابن أبي عاصم، باب: ما ذكر عن النبي عليه السلام في المكذبين بقدر اللّٰه... إلخ، الحديث: ٣٣٢، ص٧٣.

2......"المستدرك"، كتاب البرّ والصلة، باب كلّ الذنوب يؤخّر اللّٰه ماشاء منها إلّا عقوق الوالدين، الحديث: ٧٣٤٥، ج٥، ص٢١٧.

آٹھویں حدیث میں ہے: ایک جوان نزع میں تھا اسے کلمہ تلقین کرتے تھے[1] نہ کہا جاتا تھا یہاں تک کہ حضور اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تشریف لے گئے اور فرمایا: کہہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، عرض کی: نہیں کہا جاتا، معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے، اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔

رواه الإمام أحمد والطبراني عن عبد اللّٰه بن أبي أوفى رضي اللّٰه تعالٰى عنه[2] (امام احمد اور طبرانی نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

مگران امور سے وہ عاصی اور اُس کا فعل مخالفِ حکمِ خدا ہوا، اس کا منکرِ حکمِ خدا ہونا لازم نہیں آتا[3] جب تک یہ نہ کہے کہ باپ کی اطاعت شرعاً ضروری نہیں یا معاذ اللہ باپ کی توہین وتذلیل جائز ہے جو مطلقاً بلا تاویل ایسا اعتقاد رکھتا ہو وہ بے شک منکرِ حکمِ الٰہی ہوگا اور اس پر صریح الزامِ کفر[4]، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ وَعِلْمُهُ جَلَّ مَجْدُهُ أَتَمُّ وَأَحْكَمُ۔

1......یعنی اسے کلمہ طیبہ یاد دلاتے تھے۔

2...... "المسند"، الحديث: ١٩٤٢٨، ج٧، ص١٠٥، بتغير،

"الترغيب والترهيب"، الحديث: ١٦، ج٣، ص٢٢٦، (بحوالہ"طبرانی").

"مجمع الزوائد"، الحديث:١٣٤٣٣، ج٨، ص٢٧٠، (بحوالہ"طبرانی").

3......مگران کاموں (ماں باپ کی نافرمانی اوران کو ناراض کرنے وغیرہ) سے گنہگار اور اس کا یہ کام اللہ ربّ العزت کے پاک ارشاد کے خلاف ہوا لیکن اس سے خدا تعالیٰ کے حکم کا انکار لازم نہیں آتا۔

4......جو یقینی طور پر بغیر کسی تاویل کے ایسا عقیدہ رکھتا ہو، وہ بے شک اللہ رب العزت کے حکم کا انکار کرنے والا ہوگا اور واضح طور پر کفر لازم آئے گا۔

مسئلہ ثانیہ

سوتی مادر[1] پر تہمت بد طرح طرح کی لگادی اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور سوتیلی مادر کا کچھ حق پسرِ علاّتی پر ہے یا نہیں؟[2]

الجواب

حقوق تو مسلمان پر ہر مسلمان رکھتا ہے اور کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرام قطعی خصوصاً معاذ اللہ اگر تہمتِ زنا ہو، جس پر ''قرآن عظیم'' نے فرمایا:

﴿یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾[3] اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کی جیو (اب ایسا نہ کرنا) اگر ایمان رکھتے ہو۔

تہمتِ زنا لگانے والے کو اَسّی کوڑے لگتے ہیں اور ہمیشہ کو اس کی گواہی مردود ہوتی ہے[4] اللہ تعالٰی نے اس کا نام فاسق رکھا، یہ سب احکام ہر مسلمان کے معاملے میں ہیں اگرچہ اس سے کوئی رشتہ علاقہ اصلاً نہ ہو[5] اور سوتیلی ماں تو ایک عظیم وخاص علاقہ[6] اس کے باپ سے رکھتی ہے جس کے باعث اس کی تعظیم وحرمت اس پر بلا شبہ لازم، اسی حرمت کے باعث رب العزت جل وعلا نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا[7]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

1......سوتیلی ماں۔

2......سوتیلی ماں کا حق، شوہر کے کسی اور بیوی سے پیدا ہونے والے لڑکے پر ہے یا نہیں؟۔

3......پ ۱۸، النور: ۱۷.

4......ناقابلِ قبول ہوجاتی ہے۔

5......کسی طرح کوئی رشتہ وتعلق نہ ہو۔

6......خاص تعلّق۔

7......سگی ماں کی طرح سوتیلی ماں کو بھی سوتیلے بیٹے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا۔

((إِنَّ أَبَرَّ البِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ))، رواه مسلم عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالٰی عنهما[1]۔

بیشک سب نکوکاریوں سے بڑھ کرنکوکاری یہ ہے کہ فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے (مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نکوکاری کے طریقوں میں یہ بھی شمار فرمایا:

((وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا))، رواه أبو داود وابن ماجه وابن حبان في "صحاحهم" عن مالك بن ربيعة الساعدي رضي اللّٰه تعالى عنه[2].

ان کے دوست کی عزت کرنا (ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی ''صحاح'' میں مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب باپ کے دوستوں کی نسبت یہ احکام، تو اسکی منکوحہ، اس کی ناموس کی تعظیم وتکریم کیوں نہ احقّ وآکد ہوگی[3] خصوصاً جبکہ اس کی ناراضی میں باپ کی ناراضی ہوکہ باپ کی ناراضی اللہ تعالٰی کی ناراضی ہے، واللّٰہ تعالٰی أعلم.

1......"صحيح مسلم"، كتاب البرّ والصلة، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأمّ ونحوهما، الحديث: ۲۵۵۲، ص ۱۳۸۲.

2......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في برّ الوالدين، الحديث: ۵۱۴۲، ج ۴، ص ۴۳۴.

3......جب باپ کے دوستوں کے بارے میں یہ حکم ہے تو جو عورت اس کے باپ کے نکاح میں ہو اُس کی عزت وآبرو کی تعظیم وتکریم کیونکر بہت ضروری اور لازمی نہ ہوگی!۔

مسئلہ ثالثہ

اولاد پر حقِ پدر زیادہ ہے یا حقِ مادر؟[1] بَیِّنُوا تُؤجَرُوا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم[2]۔

قال اللّٰہ تعالٰی:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ﴾

اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا تکلیف سے، اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔[3]

اس آیۂ کریمہ میں ربّ العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گِنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں[4] پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشدّ و اعظم ہوگیا[5] شمار فرمایا، اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

1......باپ کا حق زیادہ ہے یا ماں کا حق؟۔

2......عظیم تر۔

3......پ ۲۶، الأحقاف: ۱۵.

4......خون کا نچوڑ یعنی دودھ پلانے میں۔

5......جن کی وجہ سے ماں کا حق بہت ہی زیادہ اور عظیم ترین ہوگیا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ

تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں، پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر، اور اس کا دودھ چھُٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔(1)

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت(2) نہ رکھی کہ انہیں اپنے حقِ جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اللّٰـه أكبـر اللّٰـه أكبر وحسبنـا اللّٰه ونعم الوكيل ولا حول ولا قوّة إلّا باللّٰه العليّ العظيم ، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق، باپ کے حق سے زائد ہے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

((سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا، قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ))، رواه البزار بسند حسن والحاكم(3)۔

یعنی میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: شوہر کا، میں نے عرض کی: اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔ (بزار نے اسے سندِ حسن کے ساتھ اور حاکم نے اسے روایت کیا۔ ت)

1......پ ٢١، لقمان: ١٤.

2......حدو انتہا۔

3......"المستدرك"، كتاب البرّ والصلة، باب بر أمّك ثمّ أباك ثمّ الأقرب فالأقرب، الحديث: ٧٣٢٦، ج٥، ص٢٠٨.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبُوْكَ))، رواه الشيخان في "صحيحهما"(1)۔

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور پُر نور صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں؟ فرمایا: تیری ماں، عرض کی: پھر، فرمایا: تیری ماں، عرض کی: پھر، فرمایا: تیری ماں، عرض کی: پھر، فرمایا: تیرا باپ۔(امام بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی "صحیح" میں اسے روایت کیا۔ت)

تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

((أُوْصِي الرَّجُلَ بِأُمِّهِ، أُوْصِي الرَّجُلَ بِأُمِّهِ، أُوْصِي الرَّجُلَ بِأُمِّهِ، أُوْصِي الرَّجُلَ بِأَبِيْهِ))، رواه الإمام أحمد وابن ماجه والحاكم والبيهقي في "السنن" عن أبي سلامة(2)۔

میں آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں۔(امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے "سنن" میں ابوسلامہ سے اسے روایت کیا۔ت)

1......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، الحديث: ٥٩٧١، ج٤، ص٩٣.

2......"المسند"، ج٦، ص٤٦٣، الحديث: ١٨٨١٢، "ابن ماجه"، كتاب الأدب، باب بر الوالدين، الحديث: ٣٦٥٧، ج٤، ص١٨٣، "المستدرك"، كتاب البرّ والصلة، باب برّ أمّك ثمّ أباك ثمّ الأقرب فالأقرب، ج٥، ص٢٠٨، الحديث: ٧٣٢٥.

مگراس زیادت [1] کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی وجہِ خاص (خاص وجہ) مانعِ تفضیلِ مادر نہیں [2] تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وعلی ھذا القیاس [3]، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع [4] ہو تو ماں کا ساتھ دے کر معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے [5] یا اُسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی معصیت [6] ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نہ ماں کی اطاعت نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنّت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ تعالی [7]، معصیتِ خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار [8] پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملے میں۔ انکی ایسی ناراضیاں کچھ قابلِ لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نِری زیادتی [9] ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم

1......بار بار وصیّت کرنے

2......ماں کو فوقیت دینے میں ممانعت کی کوئی خاص وجہ نہیں

3......اور اسی پر قیاس کرلو۔

4......باہم جھگڑا۔

5......معاذ اللہ (اللہ عزوجل کی پناہ کہ) باپ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش یا اس پر کسی طرح سختی کرے۔

6......نافرمانی۔

7......خدا کی پناہ۔

8......دکھ یا تکلیف۔

9......سراسر زیادتی۔

فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ ''عالمگیری'' میں ہے:

إذا تعذّر عليه جمع مراعاة حقّ الوالدين بأن يتأذّى أحدهما بمراعاة الآخر يرجّح حقّ الأب فيما يرجع إلى التعظيم والاحترام وحقّ الأمّ فيما يرجع إلى الخدمة والإنعام، وعن علاء الأئمّة الحمامي قال مشايخنا رحمهم اللّه تعالى: الأب يقدم على الأمّ في الاحترام والأمّ في الخدمة حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للأب ولو سألا منه مآء ولم يأخذ من يده أحدهما فيبدأ بالأمّ كذا في "القنية"، واللّه سبحانه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أحكم[1]۔

جب آدمی کیلئے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہو جائے مثلاً ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم واحترام میں والد کے حق کی رعایت کرے اور خدمت میں، دینے میں والدہ کے حق کی، علامہ حمامی نے فرمایا ہمارے امام فرماتے ہیں کہ: احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں ماں، حتّٰی کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح ''قنیہ'' میں ہے، واللّٰہ سبحانه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أحكم.

1 ......"الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السادس والعشرون، ج٥، ص٣٦٥، و"القنية"، كتاب الكراهية، ص٢٤٢.

مسئلہ رابعہ

مابین زن وشوہر[1] حق زیادہ کس کا ہے اور کہاں تک؟

الجواب

زن وشوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوقِ کثیرہ[2] واجب ہیں ان میں جو بجانہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، ایک اگر ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق ساقط نہیں کرسکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کرسکتا ہے جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئیگی کچھ نہ پائے گی[3]، غرض واجب ہونے، مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادا نہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن وشوہر برابر ہیں ہاں! شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد وآکد[4]، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا (حق) اس سے (یعنی ماں سے) بلکہ باپ

1......میاں اور بیوی کے درمیان۔ 2......بہت سے حقوق۔

3......اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا حق ادا نہ کرے تو دوسرا اسے دلیل بنا کر اس کے حق کی ادائیگی کو نہیں چھوڑ سکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق کو ادا کرنے پر قائم ہوں اور اس نے وہ حق ادا کرنا بھی چھوڑ دیا تو دوسرا بھی اس کے یہ حقوق جو اس پر قائم تھے چھوڑ سکتا ہے مثال کے طور پر بیوی کہ اُس کا نان نفقہ شوہر پر اسی صورت میں لازم ہے کہ بیوی شوہر کے گھر رہے چنانچہ اگر بیوی شوہر کے یہاں سے بغیر کسی شرعی مجبوری کے چلی جائے تو اب شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے۔

4......اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی عورت پر بہت زیادہ لازم اور ضروری ہے۔

سے بھی کم، وَذٰلِكَ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[1]۔ واللّٰه تعالٰی أعلم.

مسئلہ: مسئولہ شوکت علی صاحب فاروقی ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

مَا قَوْلُكُم رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اندریں مسئلہ (آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ت) کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد پر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بَيِّنُوْا بِالْكِتَابِ تُؤْجَرُوْا بِالثَّوَابِ.

الجواب

(۱) سب سے پہلا حق بعدِ موت ان کے جنازے کی تجہیز[2] غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دُعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمالِ صالحہ کا ثواب[3] انہیں پہنچاتے رہنا حسبِ طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور

1......اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

2......جنازے کی تیاری۔ 3......نیک اعمال کا ثواب۔

عزیزوں قریبوں پھر باقی اہلِ خیر[1] سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدرِ قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا[2]، حج نہ کیا ہوتو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حجِ بدل[3] کرانا، زکوٰۃ یا عُشر[4] کا مطالبہ ان پر رہا تو اُسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہوتو اس کا کفارہ[5] دینا وعلی هذا القياس[6] ہر طرح ان کی برأتِ ذمہ[7] میں جدوجہد کرنا۔

1......نیک مالداروں۔ 2......اس کی ادائیگی میں کوشش کرنا۔

3......یعنی نائب کے طور پر دوسرے کی طرف سے حجِ فرض ادا کرنا کہ جس سے اُس دوسرے شخص کا فرض ادا ہوجائے، یہ کچھ شرائط سے مشروط ہے جو ''فتاویٰ رضویہ''، ج۱۰،ص۶۵۹-۶۶۰ پر مذکور ہیں۔

4......عُشر دسویں حصّہ کو کہتے ہیں اور شرعاً عشر سے مُراد وہ زکوۃ ہے جو عُشری زمین (یعنی وہ زمین جسے بارش وغیرہ کا پانی سیراب کرے) میں زراعت سے منافع حاصل کرنے کی وجہ سے لازم ہوتو اب اس پیداوار کی زکوٰۃ فرض ہے اور اس زکوٰۃ کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصّہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصّہ فرض ہے اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصّہ لیا جائے گا۔ (''بہارِشریعت''، ج۱، حصّہ۵،ص۹۱۶،ملخصاً)۔

5......ایک نماز کا کفارہ (فدیہ) ایک صدقۂ فطر ہے ایک صدقۂ فطر کی مقدار تقریباً دو کلو اور پچاس گرام گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے۔ایک دن میں چھ نمازیں: پانچ فرض اور ایک وتر واجب ہیں چنانچہ ایک دن کی نمازوں کے چھ فدیے دینے ہونگے اور ایک روزے کا فدیہ بھی ایک صدقۂ فطر ہے یاد رہے کہ نمازوں کا فدیہ بعد وفات ہی دیا جاسکتا ہے اور روزوں کا فدیہ زندگی میں بھی دیا جاسکتا ہے جبکہ ایسی بیماری میں مبتلا ہوگیا کہ اب صحتیاب ہونے کی امید نہ ہو یا بہت زیادہ بوڑھا ہوگیا ہو جسے ''شیخ فانی'' کہتے ہیں۔

6......اسی پر مزید قیاس کرلیں۔

7......ان کے ذمہ پر جو حقوق لازم ہیں ان سے چھٹکارا دلانے۔

(٦) انھوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ[1] کی ہو حتَّی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو، اگرچہ اپنے پر بار[2] ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازتِ وارثان نافذ نہیں[3] مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی[4] پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں[5]۔

(٧) ان کی قَسم بعدِ مرگ بھی[6] سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائیگا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو ہیں نہیں ان کی قَسم کا کیا خیال، نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرجِ شرعی مانع نہ ہو[7] اور کچھ قَسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امورِ جائزہ میں بعدِ مرگ[8] بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(٨) ہر جمعہ کو ان کی زیارتِ قبر کے لئے جانا، وہاں یٰسٓ شریف ایسی آواز سے کہ وہ سُنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

1......ایسی وصیت جو شرعاً جائز ہے۔
2......اپنی جان پر بوجھ و مشقت۔
3......شرعاً ایک تہائی مال سے زیادہ میں وارثوں کی اجازت کے بغیر وصیت جاری نہیں ہوتی۔
4......خواہش۔
5......اپنی خواہش پر فوقیت دیں۔
6......وفات کے بعد بھی۔
7......ان کی وفات کے بعد بھی ان کی کھائی ہوئی قسم پوری کرے جبتک کہ شریعتِ مطہرہ کی نافرمانی لازم نہ آئے۔
8......یہ حکم صرف قَسم ہی پر ٹھہرا ہوا نہیں بلکہ ہر جائز کام میں وفات کے بعد۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں بُرا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر[1] یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج (ایذا) نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا رہتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب (دِل) پر صدمہ ہوتا ہے ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج پہنچایئے۔

اللہ غفور رحیم عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے حبیب رؤف رحیم علیہ وعلی آلہ أفضل الصلاۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے گناہوں سے بچائے، ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز، وہ غنی ہے ہم محتاج، وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر ولا حول ولا قوّۃ إلّا باللّٰہ العليّ العظیم، وصلّی اللّٰہ تعالٰی علی الشفیع الرفیع العفوّ الکریم الرؤوف الرحیم سیّدنا محمّد وآلہ وأصحابہ أجمعین آمین! والحمد للّٰہ ربّ العالمین[2]۔

1......یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

2......اور اللہ ہم کو کافی اور بہترین کارساز، کیا ہی بہترین آقا اور بہترین مددگار، نہ نیکی کرنے کی طاقت اور نہ گناہوں سے بچنے کی قوت ہے مگر اللہ بلند و عظیم ہی کی توفیق سے، اور اللہ تعالٰی کا درود ہو شفاعت فرمانے والے، بلند، مہربان، کرم فرمانے والے رؤف رحیم ہمارے سردار محمد اور ان کی آل اور ان کے تمام اصحاب پر، اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان والوں کا پالنے والا ہے۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حقوق استخراج کیے[1] ان میں سے بعض بقدرِ کفایت ذکر کروں[2]:

حدیث ۱: کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ انکے ساتھ نکوئی[3] کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں۔ فرمایا:

((نَعَمْ! أَرْبَعَةٌ: اَلصَّلاَةُ عَلَيْهِمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا رَحِمَ لَكَ إِلَّا مِنْ قِبَلِهِمَا فَهٰذَا الَّذِي بَقِي مِنْ بِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا))، رواه ابن النجار عن أبي أسيد الساعدي رضي اللّٰه تعالى عنه مع القصّة[4]، ورواه البيهقي في "سننه" عنه -رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ- قَالَ: ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ہاں! چار باتیں ہیں: ان پر نماز اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت، اور ان کی وصیت نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگ داشت (عزت)، اور جو رشتہ صرف انہیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا، یہ وہ نکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔ (ابن نجار نے ابو اسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی قصہ کے ساتھ روایت کیا۔ اور بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،

1......یہ حقوق نکالے ہیں۔

2......حسب ضرورت ذکر کرتا ہوں۔

3......نیکی کرنے۔

4......"كنز العمال"، كتاب النكاح، قسم الأفعال، باب في برّ الوالدين والأولاد ... إلخ، الحديث: ٤٥٩٢٦، الجزء: ١٦، ص٢٤٣، (بحوالہ ابن نجار).

((لَا يُبْقَى لِلْوَلَدِ مِنْ بِرِّ الْوَالِدِ إِلَّا أَرْبَعٌ: اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِ وَالدُّعَاءُ لَهُ وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِ مِنْ بَعْدِهِ وَصِلَةُ رَحِمِهِ وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِ)) (1)۔

کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: والد کے ساتھ نیکی کی چار باتیں ہیں: اس پر نماز پڑھنا اور اس کے لئے دعاءِ مغفرت کرنا، اس کی وصیت نافذ کرنا، اس کے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرنا، اسکے دوستوں کا احترام کرنا۔ت)

حدیث۲: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اِسْتِغْفَارُ الْوَلَدِ لِأَبِيهِ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ مِنَ الْبِرِّ)) رواه ابن النجار عن أبي أسيد مالك بن زرارة رضي الله تعالى عنه (2)۔

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرے (ابن نجار نے ابو اسید مالک بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث۳: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم:

((إِذَا تَرَكَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يَنْقَطِعُ عَنْهُ الرِّزْقُ))، رواه الطبراني في "التأريخ" والديلمي

آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔ (طبرانی نے "تاریخ" میں اور دیلمی نے

1 ......"السنن الكبرى"، كتاب الجنائز، باب ما يستحب لولي الميّت من التعجيل... إلخ، الحديث: ٧١٠٢، ج٤، ص١٠٢.

2......"كنز العمال"، كتاب النكاح، قسم الأقوال، الباب الثامن في برّ الوالدين، الحديث: ٤٥٤٤١، الجزء١٦، ص١٩٢، (بحوالہ ابن نجار).

عـن أنـس بـن مالك رضي اللّٰه تعالی عنه[1]۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴و۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((إِذَا تَـصَـدَّقَ أَحَـدُكُـمْ بِـصَـدَقَةٍ تَـطَوُّعاً فَلْيَجْعَلْهَا عَنْ أَبَوَيْهِ فَيَكُوْنُ لَهُـمَـا أَجْـرُهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْـئـاً))، رواه الـطبـراني في "الأوسـط" وابن عساكر عن عبد اللّٰه بن عمرو -رضـي الـلّٰه تعالی عـنهـما - ونـحـوه الـديـلمي في "مسـند الفردوس" عن معاوية بن حَيْـدَة القُشَيْرِيِّ رضي اللّٰه تعالی عنه[2]۔

جب تم میں کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب سے کچھ نہ گھٹے گا (اس حدیث کو طبرانی نے "اوسط" میں اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور ایسے ہی دیلمی نے "مسند فردوس" میں معاویہ ابن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۶: کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مرگئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

---

1 ......"كنز العمال"، كتاب النكاح، الحديث:٤٥٥٤٨، الجزء: ١٦، ص ٢٠١، عن الديلمي.

2......"المعجم الأوسط"، من اسمه محمد، الحديث: ٧٧٢٦، ج٥، ص ٣٩٤، و"مسند الفردوس"، الحديث: ٦٦٧٧، ج٢، ص ٣٣٧.

إِنَّ مِــنَ الْبِــرِّ بَـعْـدَ الْـمَـوْتِ أَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُوْمَ لَهُـمَا مَعَ صِيَامِكَ))، رواه الدار قطني[1]۔

بعدِ مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تُو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے (اسے دار قطنی نے روایت کیا۔ت)

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف سے کہ انہیں ثواب پہنچائے یا نماز روزہ جو نیک عمل کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرلے کہ انہیں بھی ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا۔

كما يدل عليه لفظ "مع" يحتمل الوجهين بل هذا ألصق بالمعيّة.

جیسا کہ لفظ ''مع'' کی اس پر دلالت ہے کیونکہ اس میں مذکورہ دونوں احتمال ہیں بلکہ آخری وجہ، معیت کو زیادہ مناسب ہے۔(ت)

''محیط'' پھر ''تاتارخانیہ'' پھر ''ردّالمحتار'' میں ہے:

الأفـضـل لـمـن يتصدّق نفلاً أن يـنـوي لـجـمـيـع الـمـؤمـنـين والـمـؤمـنات؛ لأنّها تصل إليهم ولا يـنـقـص من أجره شيء[2]۔

جو شخص نفلی صدقہ دے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام ایمان والوں کی نیت کرے؛ کیونکہ انھیں بھی ثواب پہنچے گا اور اس کا ثواب بھی کم نہ ہوگا۔(ت)

1......"ردّ المحتار"، كتاب الحجّ، ج٤، ص١٥ بتغير قليل، (عن الدار قطني)، و"المصنف" لابن أبي شيبة، الحديث: ٨، ج٣، ص ٢٦١، بتغير قليل.

2......"التاتارخانية"، كتاب الزكاة، ج٢، ص٣١٩، "الرّد"، كتاب الحج، ج٤، ص١٣.

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

((مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ أَوْ قَضَى عَنْهُمَا مَغْرَماً بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَبْرَارِ))، رواه الطبراني في "الأوسط" والدارقطني في "السنن" عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالٰى عنهما[1]۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روزِ قیامت نیکوں کے ساتھ اٹھے (اسے طبرانی نے ''اوسط'' میں اور دار قطنی نے ''سنن'' میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۸: امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اَسّی ہزار قرض تھے وقتِ وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بلا کر فرمایا:

بِعْ فِيهَا أَمْوَالَ عُمَرَ فَإِنْ وَفَتْ وَإِلَّا فَسَلْ بَنِي عَدِيٍّ فَإِنْ وَفَتْ وَإِلَّا فَسَلْ قُرَيْشاً وَلَا تَعْدُهُمْ.

میرے دَین (قرض) میں اول تو میرا مال بیچنا اگر کافی ہو جائے فبہا، ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یُوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادے موصوف سے فرمایا: اِضْمِنْهَا تم میرے قرض کی ضمانت کرلو، وہ ضامن[2] ہو گئے اور امیر المؤمنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین وانصار کو گواہ کرلیا کہ وہ اَسّی ہزار مجھ پر ہیں، ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرما دیا۔

1 ......"المعجم الأوسط"، من اسمه أحمد، الحديث: ۷۸۰۰، ج٦، ص٨، و "سنن الدار قطني"، كتاب الحج، باب المواقيت، الحديث:۲۵۸۵، ج۲، ص۳۲۸.

2......ذمہ دار۔

رواه ابن سعد في "الطبقات" عن عثمان بن عروة[1] (اسے ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''طبقات'' میں عثمان بن عروہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۹: قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: یا رسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ فرمایا:

((نَعَمْ! حَجِّي عَنهَا أَرَأَيتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ))، رواه البخاري عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهما[2]۔ ہاں! اس کی طرف سے حج کر، بھلا تو دیکھ تو تیری ماں پر اگر دَین (قرض) ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں؟ یونہی خدا کا دَین ادا کرو کہ وہ زیادہ حق ادا کا رکھتا ہے (اسے بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((إِذَا حَجَّ الرَّجُلُ عَنْ وَالِدَيهِ تُقُبِّلَ مِنهُ وَمِنهُمَا واستَبْشَرَتْ أَرْوَاحُهُمَا فِي السَّمَاءِ وَكُتِبَ عِندَ اللّٰهِ بِرّاً))، انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے

1......"الطبقات الكبرى"، ذكر استخلاف عمر رضي اللّٰه تعالى عنه، ج٣، ص٢٧٣.

2......''صحيح البخاري"، كتاب جزاء الصيد، باب الحجّ والنذور عن الميّت والرجل يحجّ عن المرأة، الحديث: ١٨٥٢، ج١، ص٦١١.

رواه الـدارقـطـنـي عن زيد بن أرقم رضي اللّٰه تعالى عنه[1]۔

اوران کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں، اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے (اسے دارقطنی نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((مَنْ حَجَّ عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَقَدْ قَضَى عَنْهُ حَجَّتُهُ وَكَانَ لَهُ فَضْلُ عَشَرَ حِجَجٍ))، رواه الـدارقـطـنى عن جـابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه تعالى عنهما[2]۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔(دارقطنی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عِتْقاً مِنَ النَّارِ وَكَانَ لِلْمَحْجُوجِ عَنْهُمَا أَجْرُ حِجَّةٍ تَامَّةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمَا شَيْئاً))،

جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو

1......"سنن الدارقطني"، كتاب الحجّ، باب المواقيت، الحديث: ٢٥٨٤، ج٢، ص٣٢٨.

2......"سنن الدار قطني"، باب المواقيت، الحديث: ٢٥٨٧، ج٢، ص٣٢٩.

رواه الأصبهاني في "الترغيب" والبيهقي في "الشعب" عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالى عنهما[1]۔

جس میں اصلاً کمی نہ ہو (اسے اصبہانی نے ''ترغیب'' میں اور بیہقی نے ''شعب'' میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

((مَنْ بَرَّ قَسَمَهُمَا وَقَضٰی دَيْنَهُمَا وَلَمْ يَسْتَسِبَّ لَهُمَا كُتِبَ بَارًّا وَإِنْ كَانَ عَاقًّا فِيْ حَيَاتِهِمَا وَمَنْ لَمْ يَبَرَّ قَسَمَهُمَا وَلَمْ يَقْضِ دَيْنَهُمَا وَاسْتَسَبَّ لَهُمَا كُتِبَ عَاقًّا وَإِنْ كَانَ بَارًّا فِيْ حَيَاتِهِمَا)) رواه الطبراني في "الأوسط" عن عبد الرحمن بن سمرة رضي اللّٰه تعالى عنه[2]۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اوروں کے والدین کو برا کہہ کر انھیں برا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار تھا (اسے طبرانی نے ''اوسط'' میں عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

1......"شعب الإيمان"، الحديث: ٧٩١٢، ج٦، ص٢٠٥.

2......"المعجم الأوسط"، من اسمه محمد، الحديث: ٥٨١٩، ج٤، ص٢٣٢.

حدیث۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَكُتِبَ بِرًّا))، رواه الإمام الترمذي العارف باللّٰه الحكيم في "نوادر الأصول" عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه[1]۔

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے (امام عارف باللہ حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقرأَ عِنْدَهُ يٰسٓ غُفِرَ لَهُ)) رواه ابن عدي عن الصدّيق الأكبر رضي اللّٰه تعالى عنه[2]

وفي لفظ: ((مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرأَ عِنْدَهُ يٰسٓ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا)) رواه هو والخليلي وأبو شيخ

جو شخص روزِ جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے اور اس کے پاس یٰسٓ پڑھے، بخش دیا جائے (اسے ابن عدی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور دیگر الفاظ میں یہ ہے۔ت) جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرکے وہاں یٰسٓ پڑھے، یٰسٓ شریف میں جتنے حرف ہیں ان

---

1 ......"نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول"، الأصل الخامس عشر، ص٩٧.

2......"الكامل" لابن عدي، ج٦، ص٢٦٠.

والديلمي وابن النجار والرافعي وغيرهم عن أمّ المؤمنين الصديقة عن أبيها الصدّيق الأكبر رضي اللّٰه تعالى عنهما عن النبي صلّى اللّٰه تعالى عليه وسلّم[1].

سب کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے (اسے ابن عدی، خلیلی، ابو شیخ، دیلمی، ابن نجار اور رافعی وغیرہم نے ام المؤمنین صدیقہ سے، انھوں نے اپنے والد گرامی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا اِحْتِسَابًا كَانَ كَعَدْلِ حَجَّةٍ مَبْرُوْرَةٍ وَمَنْ كَانَ زَوَّارًا لَهُمَا زَارَتِ الْمَلاَئِكَةُ قَبْرَهُ)) رواه الإمام الترمذي الحكيم وابن عدي عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالى عنهما[2]۔

جو بہ نیتِ ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارتِ قبر کرے حجِ مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی زیارتِ قبر کرتا ہو، فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں (حکیم ترمذی اور ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

---

1 ......"كنز العمال"، كتاب النكاح، الحديث:٤٥٥٣٥، ج١٦، ص١٩٩، (بحواله ابن عدي والخليل وأبي الشيخ والديلمي وابن النجار والرافعي)

2......"نوادر الأصول"، الأصل الخامس عشر، الحديث: ١٣١، ص٩٨، "الكامل" لابن عدي، ج٣، ص٢٩٥، بألفاظ متقاربة، و"كنز العمال"، الحديث: ٤٥٥٣٦، ج١٦، ص٢٠٠، (بحوالہ حکیم ترمذی).

امام ابن الجوزی محدث کتاب ''عیون الحکایات'' میں بسندِ خود محمد ابن العباس وَرّاق سے روایت فرماتے ہیں ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا وہ جنگل درختانِ مقل یعنی گوگل[1] کے پیڑوں کا تھا ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا جب پلٹ کر آیا اس منزل میں رات کو پہنچا باپ کی قبر پر نہ گیا ناگاہ سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

رَأَيْتُكَ تَطْوِي الدَّوْمَ لَيْلاً وَلَا تَرَى ... عَلَيْكَ لِأَهْلِ الدَّوْمِ أَنْ تَتَكَلَّمَا

وَبِالدَّوْمِ ثَاوٍ لَوْ ثَوَيْتَ مَكَانَهُ ... فَمَرَّ بِأَهْلِ الدَّوْمِ عَاجٍ فَسَلَّمَا[2]

''میں نے تجھے دیکھا کہ تُو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جو اِن پیڑوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔''

حدیث ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيهِ مِنْ بَعْدِهِ))، رواه أبو يعلى وابن حبان عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما[3]۔

جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے (ابو یعلی وابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

1......ایک درخت کے خوشبودار گوند کا نام جو ذائقہ میں تلخ اور بہت سی قسم کا ہوتا ہے۔

2......''شرح الصدور''، باب زيارة القبور... إلخ، ص ۲۱۹، (بحوالہ ''عیون الحکایات'').

3......''مسند أبي يعلى الموصلي''، الحديث: ۵٦٤٣، ج۵، ص۱۲٦،

و''صحيح ابن حبان''، كتاب البر والإحسان، باب حقّ الوالدين، ج۱، ص۳۲۹.

حدیث۱۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((مِنَ البِرِّ أَنْ تَصِلَ صَدِيقَ أَبِيكَ))، رواه الطبراني في "الأوسط" عن أنس رضي الله تعالى عنهما[1]۔

باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے یہ کہ تُو اس کے دوست سے نیک برتاؤ رکھے۔ (طبرانی نے ''اوسط'' میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((إِنَّ أَبَرَّ البِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ الْأَبُ))، رواه الأئمّة أحمد والبخاري في "الأدب المفرد" ومسلم في "صحيحه" وأبو داود والترمذي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما[2]۔

بے شک باپ کے ساتھ سب نکو کاریوں سے بڑھ کر یہ نکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر برتا ہے۔ (اسے ائمہ کرام احمد نے اور بخاری نے ''الادب المفرد'' میں، مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں اور ابوداؤد و ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)

1......"المعجم الأوسط"، من اسمه محمد، الحديث: ٧٣٠٣، ج٥، ص٢٧٢.

2......"صحيح مسلم"، كتاب البرّ والصلة، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأمّ ونحوهما، الحديث: ٢٥٥٢، ص١٣٨٢،

و"كنز العمال"، كتاب النكاح، الحديث: ٤٥٤٥٤، ج١٦، ص١٩٣، (بحواله مسند ومسلم وأبي داود وترمذي).

حدیث۲۰: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((اِحْفَظْ وُدَّ أَبِيكَ لَا تَقْطَعْهُ فَيُطْفِئَ اللّٰهُ نُوْرَكَ))، رواه البخاري في "الأدب المفرد" والطبراني في "الأوسط" والبيهقي في "الشعب" عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالى عنهما[1]۔

اپنے ماں باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نور تیرا بجھا دے گا (اسے بخاری نے ''الادب المفرد'' میں، طبرانی نے ''اوسط'' میں اور بیہقی نے ''شعب'' میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَتُعْرَضُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى الْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَفْرَحُونَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَيَزْدَادُونَ وُجُوهُهُمْ بَيْضاً وَنُزْهَةً فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُؤْذُوا مَوْتَاكُمْ))، رواه الإمام الحكيم عن والد عبد العزيز رضي اللّٰه تعالى عنه[2]۔

ہر دوشنبہ وپنجشنبہ[3] کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیهم الصلاة والتسليم اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی وتابش بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ (اسے امام حکیم نے اپنے والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

1......''المعجم الأوسط''، من اسمه مطّلب، الحديث: ٨٦٣٣، ج٦، ص٢٣٨.

2......"نوادر الأصول"، الأصل السابع والستّون والمئة، الحديث: ١٠٧٥، ص٣٩٣.

3...... یعنی پیر اور جمعرات۔

بالجملہ[1] والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ[2] ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں[3] تو جو کچھ نعمتیں دینی و دُنیوی پائے گا سب اُنھیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب[4] ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی رُبُوبیّت و رحمت کے مَظہَر ہیں[5]، ولہٰذا ''قرآن عظیم'' میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق ذکر فرمایا کہ:

﴿ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ ﴾[6] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے ادا (بری) ہوگیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

1......حاصل کلام یہ ہے کہ۔ 2......بری الذمہ۔

3......والدین اس کی زندگی اور اس کے دنیا میں آنے کا ذریعہ ہیں۔

4......باعث۔ 5......ظاہر ہونے کی جگہ ہیں۔

6......پ: ٢١، لقمان: ١٤.

((لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ بِطَلْقَةٍ وَاحِدَةٍ))، رواه الطبراني في "الأوسط" عن بريدة رضي اللّٰه تعالٰی عنه[1]۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں ایک جھٹکے کا بدلہ ہوسکے۔ (اسے طبرانی نے "اوسط" میں بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اللہ عزوجل عقوق[2] سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے آمین!

آمين! برحمتك يا أرحم الراحمين وصلى اللّٰه تعالٰى على سيّدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين آمين! والحمد للّٰه ربّ العالمين، واللّٰه تعالٰى أعلم.

مسئلہ: از بنگالہ ضلع کمرلا موضع ہر منڈل مرسلہ مولوی عبدالجبار صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کچھ لیاقت رکھنے والا[3] اپنے والدین صالحین کے ساتھ جنگ و جدل و زد وضرب[4] وظلم وستم کرتا ہے اور خود اپنے والدین کو طعنے تشنیع و دشنام کرتا ہے[5] اور لوگوں سے کرواتا ہے، اور وہ شخص غاصب وکاذب وسارق کے ساتھ موصوف ہے[6]،

---

1 ......"كنز العمال"، كتاب النكاح، الباب الثامن، الحديث: ٤٥٤٩٨، ج١٦، ص١٩٦، (بحواله طبراني في "الأوسط")، و"المعجم الصغير"، الحديث: ٢٥٧، ج١، ص٩٣.

2 ......نافرمانیوں۔

3 ......سمجھدار۔

4 ......جھگڑا فساد، مار پیٹ۔

5 ...... برا بھلا کہتا اور گالی گلوچ کرتا ہے۔

6 ......اور وہ شخص حق مارنے، جھوٹ بولنے اور چوری کرنے جیسے مذموم اوصاف سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو کون قسم کی مکروہ ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے جو کوئی بسببِ ناواقفی کے[1] نماز پڑھے تو نماز اس کو دوبارہ پڑھنا ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے عاق الوالدین[2] کو دعوت کرنا، کروانا صدقہ وغیرہ دینا، دلوانا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے مکان میں دعوت کھانا کیسی ہے اور وہ شخص ازروئے شرعِ شریف کے کس تعزیر[3] کے لائق ہے اور اس کی تائید کرنے والے پر ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بادلائلِ قرآن وحدیث واقوالِ ائمہ ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب

ایسا شخص افسق الفاسقین واخبث مہین و مستحق غضبِ شدید رب العالمین وعذابِ عظیم و نارِ جحیم ہے[4]۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟))	میں تمہیں نہ بتاؤں کہ سب کبیرہ گناہوں سے سخت تر گناہ کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبائر سے بدتر کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے شدید تر کیا ہے؟

صحابہ نے عرض کی: ارشاد ہو! فرمایا:

1......ان مذموم اوصاف سے لاعلمی کی وجہ سے۔

2......والدین کے نافرمان

3......شریعتِ مطہرہ کے مطابق کس سزا

4......ایسا شخص فاسقوں کا سردار، سب سے بڑا خبیث ذلیل اور اللہ ربّ العالمین کے سخت غضب کا مستحق اور بہت بڑے عذاب ودوزخ کی آگ کا حقدار ہے۔

((اَلْـإِشْـرَاكُ بِـالـلّٰـهِ وَعُقُوقُ الْـوَالِـدَيْـنِ))، الـحديـث، رواه الشيـخـان والتـرمـذي عن أبي بكرة رضي اللّٰه تعالٰى عنه[1]۔

اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کو ستانا، الحدیث۔ (اسے امام بخاری ومسلم اور ترمذی نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَـدْخُـلُـوْنَ الْـجَـنَّةَ: اَلْـعَـاقُّ لِـوَالِـدَيْـهِ وَالـدَّيُّـوْثُ وَالـرَّجُـلَـةُ مِـنَ الـنِّسَـاءِ))، رواه النسائي والبزار بسندين جيدين والـحـاكـم عـن ابن عمر رضي اللّٰه تعالٰى عنهما[2]۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُمْ صَـرْفـاً وَلَا عَـدْلًا: عَـاقٌّ وَمَنَّـانٌ وَمُـكَـذِّبٌ بِقَدَرٍ))، رواه ابن أبي عاصم في "السنّة" بسند حسن

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرض قبول کرے نہ نفل (۱) ماں باپ کو ایذا دینے والا (۲) اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا (۳) اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، الحديث: ٢٦٥٤، ج٢، ص١٩٤، مختصراً.

2 ......"المستدرك"، كتاب الإيمان، باب ثلاثة لا يدخلون الجنّة، الحديث: ٢٥٢، ج١، ص٢٥٢، بألفاظ مختلفة.

عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالی عنہ[1]۔ (اسے عاصم نے ''السنۃ''میں بسندِ حسن ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

حدیث۴: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ))، رواه الطبراني والحاكم عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالی عنہ[2]۔ ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے۔ (اسے طبرانی اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ وَالِدَيْهِ))، رواه ابن حبّان عن ابن عبّاس رضي اللّٰه تعالی عنہ[3]۔ اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے (ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث۶: کہ ایک جوان کو نزع کے وقت کلمہ تلقین کیا، نہ کہہ سکا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تشریف لے گئے، فرمایا: کہہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، کہا: مجھ سے نہیں کہا جاتا، فرمایا: کیوں؟ کہا: وہ شخص اپنی ماں کو ستاتا تھا، رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ماں کو

1......''السنة'' لابن أبي عاصم، باب: ما ذكر عن النبي عليه السلام في المكذبين بقدر اللّٰه... إلخ، الحديث: ٣٣٢، ص٧٣.

2......''المعجم الأوسط''، الحديث: ٨٤٩٧، ج٦، ص١٩٩، بألفاظ مختصر.

3......''الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان''، كتاب الحدود، باب الزنا وحدّه، الحديث: ٤٤٠٠، ج٤، ص٢٩٩.

بلا کر فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟ عرض کی: ہاں، فرمایا:

أَرَأَيْتِ لَوْ أُجِّجَتْ نَارٌ ضَخْمَةٌ فَقِيلَ لَكِ: إِنْ شَفَعْتِ لَهُ خَلَّيْنَاهُ وَإِلَّا حَرَّقْنَاهُ أَكُنْتِ تَشْفَعِينَ لَهُ؟

بھلا سن تو اگر ایک عظیم الشان آگ بھڑکائی جائے اور کوئی تجھ سے کہے کہ تُو اس کی شفاعت کرے جب تو ہم اسے چھوڑتے ہیں ورنہ جلا دینگے، کیا اس وقت تو اس کی شفاعت کریگی؟

عرض کی: یارسول اللہ! جب تو شفاعت کروں گی، فرمایا: تو اللہ کو اور مجھے گواہ کرلے کہ تُو اس سے راضی ہوگئی، اس نے عرض کی: الٰہی! میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوئی، اب سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جوان سے فرمایا: اے لڑکے! کہہ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ [1]، جوان نے کلمہ پڑھا اور انتقال کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ بِيْ مِنَ النَّارِ))، رواه الطبراني عن عبد اللّٰه بن أبي أوفى رضي اللّٰه تعالى عنهما [2]۔

شکر اس خدا کا جس نے میرے وسیلے سے اس کو دوزخ سے بچالیا۔ (اسے طبرانی نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷: عوّام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کہ اجلّہ ائمۂ تبع تابعین سے ہیں [3] ۱۴۸ھ

1 ...... اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

2 ...... "الترغيب والترهيب"، الحديث: ١٦، ج٣، ص٢٢٦، (بحوالہ طبرانی)، و"مجمع الزوائد"، الحديث: ١٣٤٣٣، ج٨، ص٢٧٠.

3 ...... ان بڑی شان وشوکت والے اماموں میں سے ایک عظیم امام ہیں جنھوں نے ایمان کی حالت میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو دیکھنے والوں کو دیکھا۔

میں انتقال کیا، فرماتے ہیں: میں ایک محلّے میں گیا اس کے کنارے پر قبرستان تھا عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی[1] اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے اور باقی بدن انسان کا، اس نے تین آوازیں گدھے کی طرح کیں پھر قبر بند ہوگئی، ایک بڑھیا بیٹھی کات رہی تھی[2]، ایک عورت نے مجھ سے کہا: ان بڑی بی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ کہا: یہ قبر والے کی ماں ہے وہ شراب پیتا تھا جب شام کو آتا ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے! خدا سے ڈر، کب تک اس ناپاک کو پئے گا؟ یہ جواب دیتا کہ تُو تو گدھے کی طرح چلاّتی ہے، یہ شخص عصر کے بعد مراجب سے ہر روز بعدِ عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یُوں تین آوازیں گدھے کی کر کے پھر بند ہوجاتی ہے۔

رواه الأصبهاني وغيره[3] (اصبہانی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اسی طرح غصب وکذب وسرقہ کی حرمتیں[4] ضروریاتِ دین سے ہیں[5] ایسے شخص کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، مکروہِ تحریمی قریب بحرام اور واجب الاعادہ ہے کہ نادانستہ[6] پڑھ لی ہو تو پھیرنا واجب ہے۔ ''صغیری'' میں ہے:

1......کھلی۔ 2......چرخے پر روئی سے دھاگہ بُن رہی تھی۔

3......"الترغيب والترهيب"، كتاب البر والصلة، الحديث:١٧، ج٣، ص٢٢٦، (بحوالہ اصبہانی) و''شرح الصدور'' عن الأصبهاني، باب عذاب القبر، ص ١٧٢.

4......ناجائز قبضہ کرنے، جھوٹ بولنے اور چوری کے حرام ہونے کے احکام۔

5......ضروریات دین سے مراد وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہ، مثلاً یہ اعتقاد ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ (''بہارِ شریعت''، ایمان وکفر کا بیان، ج۱، ص۱۷۲، ملتقطاً)

6......بھولے سے۔

يكره تقديم الفاسق كراهة تحريم[1]۔	فاسق کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔۱۲ ''صغیری''(ت)

''غنیہ''میں ہے:

لو قدّموا فاسقاً يأثمون بناءً على أنّ كراهة تقديمه كراهة تحريم[2]۔	فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے؛ کیونکہ اسے امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۱۲''غنیۃ''(ت)

''درِّمختار''میں ہے:

كلّ صلاة أدّيت مع كراهة التحريم وجب إعادتها[3]۔	ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۱۲

ایسے اشد فاسق فاجر[4] سے شرعاً بغض رکھنے[5] کا حکم ہے اور جس بات میں اس کا اعزاز واکرام نکلے بے ضرورت ومجبوری ناجائز وممنوع ہے۔''تبیین الحقائق'' و ''مراقی الفلاح''و''فتح المعین''و''حاشیہ درِمختار'' للعلامۃ الطحاوی وغیرہا میں ہے:

الفاسق وجب عليهم إهانته شرعاً[6]۔	شرعی طور پر فاسق کی توہین واجب ہے۱۲۔

1......"صغيري شرح منية المصلّي"، مباحث الإمامة، ص٢٦٤.

2...... "غنية المتملي"، كتاب الصلاة، فصل في الإمامة، ص٥١٣.

3......"الدر المختار"،كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج٢، ص٦٣٠، بتغير قليل.

4......ایسے سخت گنہگار بدکار شخص۔

5......نفرت رکھنے۔

6...... "مراقي الفلاح"، ص٧٠،

"حاشية الطحطاوي على الدرّ"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج١، ص٢٤٣،

و"تبيين الحقائق"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج١، ص٣٤٥.

اس کی دعوت کرنا، کرانا اس کے یہاں دعوت کھانا کچھ نہ چاہیے" سنن ابی داوٗد" و" جامع ترمذی" میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَمَّا وَقَعَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ فِي الْمَعَاصِي نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَجَالَسُوهُمْ فِي مَجَالِسِهِمْ وَآكَلُوهُمْ وَشَارَبُوهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ)) [1]

جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہ آئے یہ علماء ان کے پاس ان کے جلسوں میں بیٹھے ان کے ساتھ کھانا کھایا، پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے ان مجرموں کے دلوں کا اثر ان پاس بیٹھنے والوں پر بھی ڈالا کہ سب ایک سے ہو گئے پھر ان سب پر داوٗد و عیسیٰ بن مریم علیہم الصلاۃ والسلام کی زبان سے لعنت فرمائی یہ بدلہ تھا ان کے گناہوں اور حد سے بڑھنے کا۔

وہ سخت سے سخت تعزیر (سزا) کے قابل ہے جس کی مقدار حاکمِ شرع کی رائے پر سپرد ہے اور اگر سرقہ، شہادتِ شرعیہ [2] سے ثابت ہو جائے تو حاکمِ شرع [3] اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے گا اس کی تائید کرنے والے سب سخت گنہگار ہیں، قال اللّٰہ تعالی:

1......"سنن الترمذي"، كتاب التفسير، الحديث: ٣٠٥٨، ج٥، ص٣٦، و"مشكاة المصابيح"، كتاب الأدب، الحديث: ٥١٤٨، ج٢، ص٢٤٠.

2......وہ چوری جو چور کے حق میں دو مردوں کے گواہی دینے سے ثابت ہو جائے شہادتِ شرعیہ کہلاتی ہے۔

3......شریعتِ مطہرہ کی طرف سے مقرر کردہ حاکم۔

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ ﴾(پ:٦، المائدۃ: ٢) ترجمۂ کنز الایمان: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

ابھی حدیث سن چکے کہ پاس بیٹھنے، ساتھ کھانے والوں پر لعنت اُتری، پھر تائید کرنے کرانے والوں کا کیا حال ہوگا؟ اللہ عزوجل پناہ دے اور مسلمانوں کو توفیقِ توبہ بخشے، آمین!

رہا صدقہ دینا، دلانا، اگر اسے محتاج، ضرورت مند، ننگا، بھوکا دیکھیں تو حرج نہیں جبکہ گناہوں میں اس کی تائید واعانت [1] کی نیت نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّاءَ أَجْرٌ)) رواه الشيخان عن أبي هريرة وفي الباب عن عبد اللّه بن عمرو وعن سراقة بن مالك رضي اللّه تعالى عنهم [2]۔ ہر گرم جگر والی میں ثواب ہے۔(امام بخاری اور مسلم نے اسے ابو ہریرہ سے روایت کیا، اور اس باب میں عبد اللہ بن عمرو اور سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ کُتّے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے حتی غفر اللّٰه تعالى به البغي كما في "الصحاح" [3] (حتی کہ اللہ تعالٰی نے اس سبب سے فاحشہ عورت کی بھی مغفرت فرمادی جیسا کہ ''صحاح'' میں ہے۔ت) واللّٰه تعالى أعلم۔

1......حمایت اور مدد۔

2......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، الحديث: ٦٠٠٩، ج٤، ص١٠٣، و"المسند"، الحديث: ١٧٥٩٥، ج٦، ص١٨٣.

3......"صحيح البخاري"، الحديث: ٣٣٢١، ج٢، ص٤٠٩،

"صحيح مسلم"، كتاب السلام، الحديث: ٢٢٤٥، ص١٢٣٣.

مسئلہ: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو جب مرض الموت میں اپنے مرگ [(1)] کا یقین ہوا تو اپنے شوہر زید کو بمواجہہٴ چند موجودین، مخاطب کرکے عفوِ حقوق وتقصیرات کی مستدعی ہوئی [(2)] اور اپنے **جملہ حقوق** [(3)] زید کو معاف کیئے، دَینِ مہر [(4)] کو بہ تفصیل علیحدہ معاف کیا، زید نے بھی اپنے **حقوق وقصورِ خدمات** کی معافی دی، اب اس صورت میں کسی قسم کا مؤاخذہ ایک کا دوسرے پر عنداللہ [(5)] باقی تو نہ رہا یا لفظِ مجمل **''جملہ حقوق وقصور''** کافی نہ تھا [(6)] علیحدہ علیحدہ ہر خطا وحق کی تشریح ضرور تھی اور زید دَینِ مہر سے بری ہوگیا یا یہ معافی زمانہٴ مرض الموت کی حکمِ وصیت میں متصوّر رہو کر دو ثلث کا مؤاخذہ دار رہے گا [(7)] اگرچہ ورثاء دنیا میں شرم یا رسم کے باعث متقاضی نہ ہوں [(8)] بَیِّنُوا تُوْجَرُوْا، (بیان فرمائیے اجر پایئے، ت)۔

1......اپنی موت۔

2......ان لوگوں کے سامنے جو اس وقت موجود تھے اپنے شوہر زید کو مخاطب کرکے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی چاہی۔

3......تمام حقوق۔

4......مہر کا قرض یعنی وہ مال جو شوہر پر مہر کی مَد میں لازم تھا اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا۔

5......اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک۔

6...... یا مختصر الفاظ **''جملہ حقوق وقصور''** کہہ دینا معافی کے لئے کافی نہ تھا۔

7......زمانہٴ مرض الموت میں ہونے کی وجہ سے وصیت کے احکام لاگو ہونے پر، شوہر مہر کا دو تہائی مال ادا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرے گا۔

8......اس مال کا تقاضا نہ کریں۔

الجواب

عام حقوق کی معافی جو زید نے ہندہ اور ہندہ نے زید کو کی ان میں ہندہ کے حقوقِ مالیہ مثل مہر و دیگر دُیُون کی معافی تو اجازتِ وارثانِ ہندہ پر موقوف رہے گی [1] کما بیّناه في الهبة من "فتاوانا" [2] (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں ہبہ کے باب میں بیان کیا ہے۔ت) ان کے سوا ہندہ کے حقوقِ غیر مالیہ اور زید کے حقوقِ مالیہ وغیرِ مالیہ جو کچھ معاف کنندہ [3] زید خواہ ہندہ کے علم میں تھا وہ سب معاف ہو گیا اور جو علم میں نہ تھا مگر معمولی حقوق سہل و آسان سے تھا کہ بالخصوص معلوم ہوتا تو معافی میں باک [4] نہ ہوتا وہ بھی معاف ہو گیا اور جو اتنا کثیر یا عظیم و شدید تھا کہ اگر تفصیلاً بتایا جائے تو صاحبِ حق معاف نہ کرے ایسے عام مجمل لفظ میں ان حقوق کی معافی ہو جانا علماء میں مختلف فیہ ہے [5] بعض بنظرِ ظاہرِ لفظ سب کی معافی مانتے ہیں اور بعض بالخصوص تفصیلاً ان کا بتا کر معافی مانگنا ضروری جانتے ہیں اوّل اَوسع ہے اور ثانی اَحوط [6]۔

"منح الروض الازہر" میں ہے:

---

1 ...... مالی حقوق مثلاً مہر اور دوسرے قرضوں کی معافی تو ہندہ کے وارثوں کی اجازت پر ٹھہرے گی۔

2 ...... انظر "الفتاوى الرضوية"، كتاب الهبة، ج١٩، ص٢٨٥ و ٣٨٥.

3 ...... معاف کرنے والے۔

4 ...... اندیشہ۔

5 ...... مختصر الفاظ سے معافی ہونے یا نہ ہونے میں علماء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

6 ...... پہلی صورت (جس میں مختصر الفاظ سے حقوق معاف کرائے گئے) میں اس بات کی گنجائش ہے کہ حقوق معاف ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی جبکہ دوسری صورت (جس میں حقوق تفصیل سے بیان کر کے معافی طلب کی ہو) میں زیادہ احتیاط ہے کہ حقوق معاف ہو جائیں گے ان شاء اللہ عزوجل۔

هـل يـكفيه أن يقول لك عليّ دين فـاجعلني في حلّ أم لا بدّ أن يعيّن مـقـداره؟ فـفي "النوازل": رجل له على آخر دين وهو لا يعلم بجميع ذلك فـقال له المديون: أبرئني ممّا لك عـلـيّ، فـقـال الدائن: أبرأتك، قـال نصير: لا يبرأ إلّا عن مقدار ما يتـوهّـم أي: يـظـنّ أنّـه عليه، وقال مـحـمـد بن سلمة: يبرأ عن الكلّ، قال الفقيه أبو الليث: حكم القضاء مـا قـالـه محمد بن سلمة، وحكم الآخرة ما قاله نصير، وفي "القنية": مـن عليه حقوق فاستحلّ صاحبها ولـم يـفصّلها فجعله في حلّ يعذر إن علم أنّه لو فصّله يجعله في حلّ وإلّا فـلا، قـال بـعضهـم: إنّه حسن وإن روي أنّـه يصير في حلّ مطلقاً، وفـي "الـخـلاصة": "رجـل قـال لآخـر: حـلّلني من كلّ حقّ هو لك عليّ، وأبرأه إن كان صاحب الحقّ

"کیا مقروض کے لئے یہ کافی ہے کہ قرضخواہ سے کہے کہ مجھ پر تمہارا قرض ہے مجھے معاف کردے یا ضروری ہے کہ قرض کی مقدار معین کرے؟"نوازل" میں ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض ہے اور اسے تمام قرض کا علم نہیں مقروض اسے کہتا ہے کہ تُو مجھے اپنا قرض معاف کردے، اس نے کہا: میں نے تجھے معاف کردیا، نصیر کہتے ہیں کہ اسی قدر معاف ہوگا جتنا کہ اس کے گمان میں تھا، محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ تمام معاف ہوجائے گا، فقیہ ابواللیث نے فرمایا: قاضی کا فیصلہ وہی ہے جو محمد بن سلمہ کا قول ہے اور آخرت کا حکم وہ ہے جو نصیر نے فرمایا۔ "قنیہ" میں ہے کہ جس شخص پر کسی کے کچھ حقوق ہوں تو وہ صاحبِ حق سے کہے کہ مجھے معاف کردے اور حقوق کی تفصیل نہ کرے صاحبِ حق اسے معاف کردے تو اگر یہ معلوم ہو کہ صاحبِ حق حقوق کی تفصیل کو جان کر بھی معاف کردے گا تو معاف ہوجائیں گے ورنہ نہیں۔

عـالـماً به برئ حكماً وديانةً، وإن لـم يـكـن عـالـماً بـه يبرأ حكماً بـالإجماع، وأمّا ديانةً فعند محمد رحـمـه اللّٰه تـعـالیٰ لا يبرأ ديانة، وعـنـد أبي يوسف -رحـمـه اللّٰه تـعـالیٰ- يبـرأ وعـلـيـه الفتوى"[1]، انتهـى. وفيـه أنّـه خلاف ما اختار أبـو الـلـيـث ولـعـلّ قوله مبنيّ على التـقـوى[2] اهـــ. مـا فـي "منح الروض".

بعض علماء نے فرمایا: یہ تفصیل عمدہ ہے اگرچہ یہ بھی روایت ہے کہ اسے بہرصورت حقوق معاف ہوجائیں گے. اور''خلاصہ'' میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کہا: تم مجھے اپنا ہر حق معاف کردو، اس نے معاف کردیا، اگر صاحبِ حق کو علم ہے پھر تو معافی مانگنے والا قضاءً و دیانۃً (یعنی فیصلے کے اعتبار سے اور اللہ کے نزدیک بھی) بری ہو جائے گا اور اگر اسے علم نہیں تو بالاتفاق یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ قضاءً بری ہوگیا، رہا دیانۃً (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) تو امام محمد کے نزدیک دیانۃً بری نہیں ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک بری ہوجائے گا اسی پر فتویٰ ہے، انتہی ۔اس میں اعتراض ہے کہ یہ فقیہ ابو اللیث کے مختار کے خلاف ہے ہوسکتا ہے ان کا قول تقویٰ پر مبنی ہو۔ ''منح الروض'' کا کلام ختم ہوا۔

1......"خلاصة الفتاوى"، كتاب الهبة، الجزء: ٤، ص٤٠٦.

2......"منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر"، التوبة وشرائطها، ص١٥٩.

أقول: وفي مخالفته لما اختار الفقيه نظر فإنّ الكلام هاهنا في البراءة من الحقوق المجهولة لصاحبها أصلاً وثمّه فيما إذا ظنّ مقداراً وكان الواقع أزيد وبينهما بون بيّن فإنّ من جعل في حلّ مطلقاً لم يرد خصوص ما في علمه أمّا من جعل في حلّ من حقّ معلوم له فإنّما يذهب ذهنه إلى قدر ما في علمه، والله تعالى أعلم.

اقول (میں کہتا ہوں) کہ فقیہ ابواللیث کے مختار کے خلاف ہونے میں کلام ہے کیونکہ ''خلاصہ'' میں اس بارے میں گفتگو ہے کہ ایک شخص کو حقوق کا بالکل علم نہیں وہ انھیں معاف کر دیتا ہے اور فقیہ ابواللیث کا کلام اس میں ہے کہ ایک شخص کے گمان میں حقوق کی ایک مقدار ہے جبکہ وہ درحقیقت زیادہ تھے اور ان دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ جو شخص مطلقاً اپنے حقوق معاف کر دیتا ہے اس کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ میں صرف وہ حقوق معاف کر رہا ہوں جو میرے علم میں ہیں اور جو شخص کسی معین حق کو معاف کرتا ہے تو اس کا ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ جتنا مجھے علم ہے اسی قدر معاف کر رہا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نیز ''منح الروض'' میں ہے:

هل يكفيه أن يقول: اغتبتك فاجعلني في حلّ أم لا بدّ أن يبيّن مااغتاب؟ ففي "منسك ابن العجمي":

کیا یہ کافی ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں نے تمھاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو، یا یہ ضروری ہے کہ یہ بھی بتائے

لا يعلمه بها إن علم أنّ إعلامه يثير فتنة، ويدلّ عليه أنّ الإبراء عن الحقوق المجهولة جائز عندنا لكن سبق أنّه هل يكفيه حكومة أوديانة؟ اهـ، ما في "منح الروض[1]".

أقول: وفي جريان الخلاف المذكور هاهنا نظر فإنّ الغيبة لا تصير من حقوق العبد ما لم تبلغه وإذا بلغته لم تكن من الحقوق المجهولة وقد قال في "المنح" نفسه: ما نصّه قال الفقيه أبو الليث: قد تكلّم الناس في توبة المغتابين هل تجوز من غير أن يستحل من صاحبه؟ قال بعضهم: يجوز، وقال بعضهم: لا يجوز، وهو عندنا على وجهين أحدهما

کہ میں نے تمھاری یہ غیبت کی ہے، ابن العجمی کے ''منسک'' میں ہے کہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ غیبت کے تفصیلاً بتانے سے فتنہ پیدا ہوگا تو اس کا اظہار نہ کرے، ہمارے نزدیک نا معلوم حقوق کے معاف کرنے کا جواز اس پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ بات گزر چکی ہے کہ آیا فیصلے کے اعتبار سے کافی ہے یا دیانت کے طور پر اھ۔(اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں گزشتہ اختلاف کے جاری ہونے میں کلام ہے؛ کیونکہ غیبت اس وقت تک بندے کا حق نہیں بنتی جب تک اسے نہ پہنچ جائے، جب پہنچ جائے تو نا معلوم حقوق میں سے نہ رہے گی، خود ''منح الروض'' میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ غیبت کرنے والا صاحبِ حق (جس کی غیبت کی گئی) سے معافی مانگے بغیر توبہ کرے تو اس میں لوگوں نے مختلف باتیں کہی ہیں، بعض

1......"منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر"، التوبة وشرائطها، ص ١٦٠.

إن كـان ذلك القول قد بلغ إلى الـذي اغتـابـه فتوبته أن يستحل مـنـه وإن لـم يبـلـغ إليه فليستغفر الـلّـه سبحانه ويضمر أن لا يعود إلى مثله.

وفـي "روضة العلماء": سألت أبـا مـحـمـد رحـمه اللّٰه تعالى فـقـلـت لــه: إذا تاب صاحب الــغيبة قبــل وصــولهــا إلــى الـمـغتاب عنه هل تنفعه توبة؟ قـال: نـعـم! فـإنّـه تاب قبل أن يـصيـر الـذنب ذنبـاً أي: ذنبـاً يتعلّق به حقّ العبد؛ لأنّها إنّما تـصيـر ذنبــاً إذا بلغـت إليـه، قـلـت: فـإن بـلـغت إليـه بعد تـوبته؟ قال: لا تبطل توبته بل يـغـفـر الـلّٰـه تـعـالى لهما جميعاً المغتاب بالتوبة والمغتاب عنه

نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا نا جائز ہے، ہمارے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) وہ بات اُس شخص تک پہنچ گئی جس کی غیبت کی گئی تھی تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے (۲) اور اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر غیبت نہیں کروں گا۔ "روضۃ العلماء" میں ہے کہ میں نے ابو محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئی تھی تو غیبت کرنے والے کے لئے توبہ فائدہ مند ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اس نے بندے کے حق کے متعلق ہونے سے پہلے توبہ کرلی ہے، غیبت بندے کا حق اس وقت ہوگی جب اس تک پہنچ جائیگی، میں نے کہا کہ اگر توبہ کے بعد اس شخص تک غیبت پہنچ جائے، فرمایا کہ اس کی توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو

بما يلحقه من المشقّة؛ لأنّه تعالى كريم ولا يحمل من كرمه ردّ توبته بعد قبولها بل يعفو عنهما جميعاً [1] انتهى... إلخ.	بخش دے گا غیبت کرنے والے کو توبہ کی وجہ سے اور جس کی غیبت کی گئی اسے اس تکلیف کی وجہ سے جو اسے غیبت سُن کر ہوئی ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی کی توبہ قبول فرما کر رد فرمائے بلکہ دونوں کو بخش دے گا انتہی ... اِلخ۔(ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ ایسے حقوقِ عظیمہ شدیدہ [2] جن کی تفصیل بیان ہو تو صاحبِ حق سے معافی کی امید نہ ہو ظاہراً مجرد اِجمالی الفاظ سے معاف نہ ہوسکیں کہ وہ دلالۃً مخصوص ہیں [3] مگر اگر ان الفاظ سے معافی چاہی کہ

”دنیا بھر میں سخت سے سخت جو حق متصوَّر ہو وہ سب میرے لئے فرض کرکے معاف کردے“

اور اس نے قبول کیا تو اب ظاہراً تمام حقوق بلا تفصیل بھی معاف ہوجائیں:

للنصّ على التعميم مع التنصيص بالتخصيص على كلّ حقّ شديد عظيم و الصريح يفوق الدلالة	کیونکہ اس نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ہر حق معاف کردے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا حق میرے بارے

---

1 ......”منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر“، التوبة و شرائطها، ص ١٥٩.

2 ......ایسے سخت بڑے حقوق مثلاً کسی پر تہمت بدلگانا وغیرہ۔

3 ......یعنی مطلع ہونے کے بعد صاحب حق سے اس کی معافی کی امید بعید ہے۔

كما نصّوا عليه[1] في غير ما مسألة، واللّٰه سبحانه وتعالى أعلم.

میں فرض کرکے معاف کردے اور تصریح دلالت پر فوقیت رکھتی ہے جیسے کہ علماء نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔(ت)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد حقوقِ والدین کے استاد کے حقوق کس قدر ہیں جس استاد نے کچھ علوم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی ہو اوران علوم کے فیضان سے منافعِ دنیاوی اس کو و نیز دینی حاصل ہوئے ہوں ایسے استاد کے کچھ حقوق ازروئے آیہ شریفہ وحدیث صحیح سے[2] بیان فرمائیے گا، بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

''عالمگیری''میں و نیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندويستي: حقّ العالم على الجاهل وحقّ الأستاذ على التلميذ واحد على السواء وهو أن لا يفتتح بالكلام قبله ولا يجلس مكانه وإن غاب ولا يرد على كلامه ولا يتقدّم عليه في مشيه[3]۔

یعنی فرمایا امام زندویستی نے: عالم کا حق جاہل اور استاد کا شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غَیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

1......''الدرّ''، كتاب النكاح، باب المهر، ج٤، ص٢٨٤.

2......آیت شریفہ اور صحیح حدیث کے مطابق۔

3......''الهندية''، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرّقات، ج٥، ص٣٧٣.

اسی میں ''غرائب'' سے ہے:

ینبغي للرجل أن یراعي حقوق أستاذه و آدابه لا یضن بشيء من ماله[1]۔

آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے،

یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر (خوشدلی سے) حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

اسی میں ''تاتارخانیہ'' سے ہے:

یقدّم حقّ معلّمه علی حقّ أبویه و سائر المسلمین و یتواضع لمن علّمه خیراً ولو حرفاً ولا ینبغي أن یخذله ولا یستأثر علیه أحداً فإن فعل ذلك فقد فصم عروة من عری الإسلام، ومن إجلاله أن لا یقرع بابه بل ینتظر خروجه[2] اھـ مختصر.

یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے[3] اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسّی کھول دی، استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ مختصراً۔

1......''الهندیة''، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون في المتفرّقات، ج٥، ص٣٧٨.

2......المرجع السابق، ص٣٧٨-٣٧٩.

3......عاجزی کرے۔

قال اللّٰه تعالی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵ ﴾[1]

ترجمۂ کنز الایمان: ''بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

عالمِ دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استادِ علمِ دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائبِ حضور پُر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں! اگر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔

لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالَى[2]۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔(ت)

مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فإنّ المنکر لا یزال بمنکر (کیونکہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔ت) نافرمانیِ احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنیٰ[3] کیا جائے گا بکمالِ

1......پ۲۶، الحجرات: ٤، ٥.

2......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٢٠٦٧٩، ج٧، ص٣٦٤.

3......الگ، علیحدہ۔

عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے، اوراگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع [1] اس کی بجاآوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجباتِ شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم [2] اور زیادہ ہوگیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہِ جہنم [3] ہے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ، وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ۔

مسئلہ: چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ درضلع ہزارہ از اضلاع پنجاب دستور آں چنانست کہ اہل علم وتقوی را در مساجد بہرامامت معین می کنند کہ ہم بمسجد نشینند واذان گویند وامامت نمایند وہر کہ ازطلبۂ علم آید اورا درس قرآن عظیم وعلوم دینیہ دہند

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلے میں کہ پنجاب کے ضلع ہزارہ میں رواج ہے کہ اہلِ علم وتقوی کو امامت کیلئے مقرر کرتے ہیں وہ مسجد میں رہتے ہیں اذان کہتے ہیں امامت کراتے ہیں اور جو طالب علم آئے اسے قرآن مجید اور دینی علوم پڑھاتے ہیں، چونکہ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اس لئے لوگ ان کی ضروریات

1...... جہاں تک ممکن ہوسکے۔

2...... یعنی ان کا پختہ ہونا۔

3...... واضح طور پر جہنم کا راستہ۔

وچون ایشان را از اشتغال
بحوائج خود ها باز می دارند
لاجرم تکفل معیشت آنان
می کنند وحسب مقدور
هدایا ونذور بخدمت ایشان
می گزارند وهم برین معمول
مردے شریف النسب
کبیر السن عالم دین وورع
متقی که از نسلِ پاک حضرات
سادات ست بمسجدے از
زمانه دراز مقرر و کارهائے
مذکوره بحسن انتظام انجام
میدارد وطلبه را قرآن وفقه می
آموخت مردے از قوم
گوجر که دریں دیار از
اراذل واجلاف معدود شوند
پیشهٔ آبائی ترک گرفته راه تعلم
پیش گرفت وبرین سید قرآن
خواند و"کنز" و"قدوری"
وغیرهما کتب دینیه نیز باز

پورا کرنے کا ذمّہ لے لیتے ہیں اور
حسبِ توفیق ہدیے اور نذرانے ان
کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اسی
طریقے پر ایک شخص شریف النسب،
عمر رسیدہ، عالمِ دین، متقی، پرہیزگار
جو سادات کی نسلِ پاک سے ہے
مدّت سے ایک مسجد میں مقرر تھا اور
مذکورہ بالا کام اچھی طرح ادا کرتا تھا
طلبہ کو "قرآن مجید" اور فقہ پڑھاتا
تھا گوجر قوم کے ایک آدمی نے کہ
جنہیں یہاں حقیر وکم ذات سمجھا جاتا
ہے اپنا آبائی پیشہ ترک کر کے علم
حاصل کرنا شروع کردیا اور انہی سید
صاحب سے "قرآن مجید"، "کنز"
اور "قدوری" وغیرہما دینی کتب
پڑھیں پھر اسے فلسفے کا جنون سوار
ہوا تو کچھ لوگوں سے طبعیات
والٰہیات کا ایک حصہ پڑھا جیسے کہ
ہندوستان کے مدارس کا طریقہ ہے

هوائے فلسفه در سرش جنبید
وبر بعضے مردمان چیزے
از طبعیات والٰهیات آناں آنچناں
که مقرر در درس هندیان ست
خواند وخود را عالم کبیر
گرفت وباوستاد اول که
معلم علم دین بود
بسر کشی بر آمد واز طمع
ادرار معلوم که نصیب ائمه
می شود بروے ثابت شود از
منصب امامت بر آوردن وخود
بجائے او قیام کردن
خواست وبر بنائے حرفے چند
که از علوم فلسفیه آموخته
است خود را بر آں فقیه فضل
نهاد واولٰی تر بامامت او نمود
حالانکه زنهار نه در علم دین
همسنگ او بود نه در وَرع
وتقوٰی همرنگ او حتی که از
حق اوستادیش منکر شد

اور اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھنا شروع کر دیا اور جس استاذ نے اسے علمِ دین پڑھایا تھا اس کا مقابلہ شروع کر دیا تھا اور آمدنی کے لالچ میں جو کہ ائمۂ کرام کو دی جاتی ہے، استاذ کو برطرف کروا کر خود اس کی جگہ مقرر ہونے کی کوشش شروع کر دی اور فلسفے کے چند مسائل پڑھ لینے کی وجہ سے اس فقیہ پر اپنی فضیلت بگھارنے لگا اور اپنے آپ کو امامت کا زیادہ حقدار دکھانے لگا حالانکہ نہ علمِ دین میں اس کے برابر ہے نہ تقوی و پرہیز گاری میں حتی کہ اس کے حقِ استاذی کا انکار کر دیا اور ابتداء میں ''قرآن مجید'' وغیرہ پڑھنے کو کچھ اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس بناء پر اس کے حقِ استاذی کو تسلیم کیا، آیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور اگر امامت کے لائق ہے تو امامت کے لئے

ودر ابتدائ امر قرآن وغیرہ آموختن را وقعی نہ نہاد وموجب حقوق اوستادی ندانست آیا ایں چنیں کس سزائے امامت است یانہ، واگر باشد پس اولٰی بامامت آں سید ست یا ایں کس وبہر حال آیا روا باشد کہ آں پیر فقیہ، شریف، متقی رابے قصورے از منصب امامت بر اندازند وایں کس رابجایش مقرر سازند ومعلوم ست کہ دریں اضلاع آنچنانکہ منصب امامت موجب اعزاز وکرامت ست ہمچناں درمعزولی ازاں تذلیل واہانت ست اگر کسے برغلانیدن متصدی ایں کار شد شرعاً خاطی وآثم بود یا نہ؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا.

زیادہ بہتر وہ سید صاحب ہیں یا یہ شخص؟ بہرحال کیا یہ جائز ہے کہ اس معمر شریف فقیہ اور متقی (سید) کو بلاوجہ امامت سے ہٹادیں اور اس کی جگہ اس شخص کو مقرر کردیں، اور یہ واضح ہے کہ اس علاقے میں جس طرح کسی کو امامت کے لئے مقرر کرنے میں اس کی عزت ہے اسی طرح اسے اِمامت سے برطرف کرنے میں اس کی توہین اور بے عزتی ہے اگر کوئی شخص بہکانے پر اس کام کے درپے ہوجائے تو شرعاً گنہگار اور مجرم ہوگا یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اللہ تعالٰی سے اجر پائیں۔(ت)

الجواب: اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ہر کرا در کوچۂ علم گزرے وبر فقہ وحدیث نظرے ست روشن تر از سپیدۂ صبح می داند کہ آنکس بایں حرکات خودش دادِ ناحفاظیہا داد وبوجوہ چند درچند قدم از دائرۂ شرع بیرون نہاد. ویکے ناسپاسی اوستاد کہ بلائیست ہائل ودائیست قاتل وبرکات علم رامزیل ومبطل العیاذ باللّٰہ سبحانہ وتعالی.

اے اللہ! ہمیں حق اور درست راستے پر چلا، جسے کوچۂ علم میں گزر اور فقہ وحدیث پر نظر ہے وہ صبح کی سفیدی سے بھی زیادہ واضح طور پر جانتا ہے کہ اس شخص نے اپنی ان حرکتوں سے نالائقی کا حق ادا کردیا ہے اور کئی وجوہ کی بنا پر شریعت کے دائرے سے قدم باہر رکھ چکا ہے، **اوّل:** استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنیوالی (خدا کی پناہ)۔

سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ است: ((لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ)) [1] خدائے را شکر نہ کند آنکہ مردماں را سپاس نیارد أخرجه أبو داود والترمذي وصحّحه عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه.

دو جہان کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''وہ آدمی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا نہیں لاتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔'' اسے ابوداود وترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح کہا۔

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في شكر المعروف، الحديث: ٤٨١١، ج٤، ص٣٣٥، و"سنن الترمذي"، كتاب البرّ والصلة، باب ما جاء في الشكر... إلخ، الحديث: ١٩٦١، ج٣، ص٣٨٤.

وفرموده است صلى الله تعالى عليه وسلم ((مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ)) هر كه مردمان را شكر نه كرد خدائے عزوجل راسپاس نياورد، أخرجه أحمد في "المسند" والترمذي في "الجامع" والضياء في "المختارة" بسند حسن عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه وعبد الله بن أحمد في "زوائد المسند" عن النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه [1].

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ عزوجل کا شکر ادا نہیں کیا۔''

اس حدیث کو امام احمد نے ''مسند'' میں، امام ترمذی نے ''جامع'' میں، ضیاء نے ''المختارہ'' میں سند حسن کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عبد اللہ بن احمد نے ''زوائد المسند'' میں نعمان بن بشیر سے نقل کیا ہے۔

حق عزوجل فرمايد: ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝ ﴾ [2] هر آئينه اگر سپاس آريد بيشك بيفزايم وبيشتر بخشم شمارا واگر ناسپاسى ورزيد پس بدرستيكه عذاب من سخت ست.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔

1...... "سنن الترمذي"، كتاب البرّ والصلة، الحديث: ١٩٦٢، ج٣، ص٣٨٤.

2...... پ١٣، إبراهيم: ٧.

وفرمود جَلَّتْ عَظْمَتُهُ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾[1] بدرستیکه خدائے دوست نمی دارد هر بسیار دغل سخت ناسپاس را.

اور عظمت والے رب نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا بہت دغا باز سخت ناشکرے کو۔

وفرمود عَزَّ شَأْنُهُ ﴿هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾[2] ما کرا سزا میدهم.

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

ہم کسے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے۔

وسرور عالم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فرمود ((مَنْ اُوْلِيَ مَعْرُوْفاً فَلَمْ يَجِدْ لَهُ جَزَاءً إِلَّا الثَّنَاءَ فَقَدْ شَكَرَهُ وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَ))[3] هر که باوے احسانے کرده شد واو را عوض نیافت جز آنکه برائے محسن ثنائے نیك نموده پس به تحقیق که سپاس او بجا آورد

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے احسان کرنے والے کے لئے کچھ نہ کرسکا تو بیشک اس نے اس کا شکریہ ادا کردیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا تو بیشک اس نے نعمت کی ناشکری کی۔''

اسے امام بخاری نے ''الادب المفرد''

1...... پ ۲۱، لقمان: ۱۸.

2...... پ ۲۲، سبا: ۱۷.

3......''صحيح ابن حبان''، كتاب الزكاة، الحديث:٣٤٠٦، ج٤، ص١٧٥، و''الترغيب والترهيب''، كتاب الصدقات، الحديث: ٢، ج٢، ص٤٤.

وهر کہ پوشید پس بدرستیکہ کافر نعمت شد. أخرجه البخاري في "الأدب المفرد" وأبوداود في "السنن" والترمذي في "الجامع" وابن حبان في "التقاسيم والأنواع" والمقدسي في "المختارة" برواة ثقات عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه تعالى عنهما ولفظ ت: ((مَنْ أُثْنَى فَقَدْ شَكَرَ وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ))[1].

دوم: انکار حقوقش کہ صریح خرق اجماع مسلمین بلکہ کافۂ عقلا ست وھذا غیر الکفران فإنّه ترك العمل وھذا جحد الأصل كما لايخفى وتخصیصش بتلمذ ابتدائے سودش ندھد کہ اجماع مطلق است و درحدیث مصطفی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

اورابوداؤد نے "السنن"، ترمذی نے "الجامع"، ابن حبان نے "التقاسیم والانواع" اور مقدسی نے "المختارہ" میں ثقہ راویوں کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے، اور ترمذی کے الفاظ (یہ ہیں: من أثنى فقد شكر... إلخ): (یعنی) "جس نے تعریف کی اس نے شکریہ ادا کیا اور جس نے چھپایا اس نے ناشکری کی۔"

دوم: استاذ کے حقوق کا انکار جو کہ مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے۔ اور یہ بات ناشکری سے جُدا ہے؛ کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی نیکی نہ کی جائے اور یہاں تو اصل ہی کا انکار ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ اور یہ کہنا کہ استاذ نے تو مجھے صرف ابتداء میں پڑھایا تھا اس شخص کے لئے کچھ

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في المتشبع بما لم يعطه، الحديث: ٢٠٤١، ج٣، ص٤١٧.

آمده ((مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْقَلِيْلَ لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيْرَ)) [1] هر كه اندك را شكر نكند بسيار را سپاس نيارد.

أخرجه عبد اللّٰه بن الإمام في ”الزوائد“ بإسناد لابأس به والبيهقي في ”السنن“ عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه تعالى عنه وللحديث تتمة وهو عند البيهقي أتمّ وأورده ابن أبي الدنيا في ”اصطناع المعروف“ مختصراً.

مفید نہیں؛ کیونکہ اس بات پر اجماع ہے اور مصطفٰی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ: ”جس نے تھوڑے احسان کا شکر ادا نہیں کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر نہیں کیا۔“

اس حدیث کو عبد اللہ بن امام نے ”زوائد“ میں ایسی سند کے ساتھ بیان کیا جس میں کوئی حرج نہیں اور بیہقی نے ”سنن“ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حدیث کا تتمہ ہے جو بیہقی کے نزدیک اتم ہے اور اس کو ابن ابی الدنیا نے ”اصطناع المعروف“ میں مختصراً ذکر کیا۔

سوم: آنكه اين تحقير نكوئى واحسان است كه تعليم ابتدائى را بجو نسنجيد. ومصطفٰى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم

سوم: یہ کہ اس نے نیکی کو حقیر جانا اور ابتدائی تعلیم کے احسان کی کچھ قدر نہ کی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر گز کسی بھی نیکی کو معمولی

---

1 ...... ”الترغيب والترهيب“، كتاب الصدقات، الحديث: ٨، ج٢، ص٤٦،
”شعب الإيمان“، الحديث: ٩١١٩، ج٦، ص٥١٦،
و”المسند“، مسند الكوفيين، الحديث: ١٨٤٧٦، ج٦، ص٣٩٤.

فرمود ((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئاً وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ))[1] زنهار هيچ نكوئے را خوار مپندار اگرچه ايں قدر كه برادر خود را بروئے كشاده پيش آئى. أخرجه مسلم عن أبي ذر رضي اللّٰه تعالى عنه.

نہ سمجھ اگرچہ اتنی نیکی ہو کہ تُو اپنے بھائی سے مسکرا کر ملے۔"

اسے امام مسلم نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

وفرمود صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم ((يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ))[2] اے زنان مسلمانان هرگز خورد وخوارنه پندارد هيچ زن، زن همسايه خودرا يعنى هديه وتصدق اگرچه سُمِ گوسپند باشد.

أخرجه الشيخان عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه.

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

"اے مسلمان عورتو! کوئی عورت بھی اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے یعنی اس کے ہدیے وصدقے کو اگرچہ بکری کا سُم (کُھر) ہی ہو۔"

اسے امام بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

1......"صحيح مسلم"، كتاب البرّ والصلة والآداب، الحديث: ٢٦٢٦، ص١٤١٣.

2......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الهبة وفضلها... إلخ، الحديث: ٢٥٦٦، ج٢، ص١٦٥.

ودرحدیث دیگر آمده ((وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ))[1] اگرچه سمِ سوخته بود.

اورایک حدیث میں ہے: ''اگرچہ کُھر جلا ہوا ہی ہو۔''

وتخصیص زنان از بہر آن ست که سخط وکفران درطبع ایشاں بیشتر ازمردمان ست. سبحان اللہ مگر درا بتدائے کارتعلیم نصوح وتربیت روح کمتر وحقیر تر ازسمِ سوختۂ گوسپند ست که اوراوقع ندارند وحقے نه شمارند.

عورتوں کو خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ ناپسندیدگی اور ناشکری میں عورتیں مردوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔سبحان اللہ! لیکن اس شخص نے پُر خلوص ابتدائی تعلیم اور روح کی پرورش کو جلے ہوئے کھر سے بھی حقیر اور کم مرتبہ جانا کہ اسے کچھ اہمیت ہی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کا کوئی حق بجالاتا ہے۔

چهارم: آنکه ایں تحقیر راجعست والعیاذ باللّٰه تعالی بسوئے تحقیر قرآن ومختصرات فقه که هر که اینها آموخت گویا هیچ نیاموخت العظمة للّٰه اگر کار بالتزام کشیدی خود کفر قطعی بودے حالانکه

چہارم: استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننا (خدا کی پناہ) ''قرآن مجید'' اور فقہ کی مختصر کتابوں کی بے ادبی کی طرف لے جاتا ہے گویا کہ جس نے انھیں پڑھا اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا، سب بڑائی اللہ ہی کے لیے ہے، اگر وہ شخص اسے لازم پکڑتا تو معاملہ

1 ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۲۷۵۲۰، ج۱۰، ص۴۰۷.

نہ ازاں کہ حرام اشد وخبث ابعد باشد نسأل اللّٰہ العفو والعافیة.

یقیناً کفر کی حد تک پہنچ جاتا اب بھی یہ بات شدید حرام اور بدترین خبیث ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت طلب کرتے ہیں۔

علماء فرمودہ اند مردے صالح پسرش رامعلمی بمعلومے معین کرد ہمیں کہ فرزند سورۂ فاتحہ آموخت پدر چارھزار دینار بشکر فرستاد معلم گفت ہنوز چہ دیدہ اند کہ اینہا بخشیدہ اند پدر گفت زیں باز پسرم را معلم نباشی کہ عظمت قرآن دردل نداری، والعیاذ باللّٰہ سبحانہ وتعالی.

علماء فرماتے ہیں ایک نیک آدمی نے اپنے لڑکے کو ایک استاد کے سپرد کیا ابھی لڑکے نے سورۂ فاتحہ ہی پڑھی تھی کہ باپ نے چار ہزار دینار شکریے کے طور پر بھیجے، استاد نے کہا: ابھی آپ نے کیا دیکھا ہے کہ اتنی مہربانی فرمائی، باپ نے کہا: اس کے بعد میرے لڑکے کو ہرگز نہ پڑھانا کہ تمھارے دل میں ''قرآن مجید'' کی عزت ہی نہیں ہے۔ اللہ کی پناہ جو پاک وبلند وبالا ہے۔

پنجم: آنکہ باستاد بمقابلہ برآمد واینھم زائد ناسپاسی ست زیرا کہ او ترك شکرست وایں اتیان خلاف "ألا ترى أنّ من لم یذکر النعمة فقد کفرھا کما أثبتنا

پنجم: یہ کہ استاذ کا مقابلہ کرنا یہ بھی ناشکری سے زائد ہے؛ کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ شکر نہ کیا جائے اور مقابلے کی صورت میں بجائے شکر کے اس کی مخالفت بھی ہے دیکھئے جو شخص

بالأحاديث ومن قابلها بإساءة فقد زاد" وایں در رنگ عقوق باپدر ست چراکه اوستاد را در وزانِ پدر نهاده اند لهٰذا مصطفٰی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فرمود ((إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ))[1] همیں ست که من شما را بجائے پدرم علم می آموزم شما را

أخرجه أحمد والدارمي وأبوداود والنسائي وابن ماجة وابن حبان عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

بلکه علماء گفته اند حق اوستاد را بر حق والدین مقدم دارد که ازایشاں حیات ابدان ست وایں سبب حیات روح ست.

احسان کو پیش نظر نہیں رکھتا اس نے احسان کی ناشکری کی ہے جیسے کہ ہم نے احادیث سے ثابت کیا اور جس نے احسان کے بدلے برائی کی اس نے تو ناشکری سے بھی بڑا گناہ کیا اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے باپ کی نافرمانی کی جائے؛ کیونکہ استاذ کو باپ کے برابر شمار کیا گیا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔“

اسے احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے کیونکہ والدین کے ذریعے بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔

1......"سنن أبي داود"، كتاب الطهارة، الحديث: ٨، ج ١، ص ٣٧.

في "عين العلم": يبر الوالدين فالعقوق من الكبائر يقدم حق المعلم على حقهما فهو سبب حياة الروح اھ ملخصاً.

"عین العلم" میں ہے: والدین کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے کیونکہ ان کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے کیونکہ وہ روح کی زندگی کا ذریعہ ہے۔(ملخّصاً)

علامه مناوی رحمه اللّٰه تعالیٰ در"تیسیر شرح جامع صغیر"می آرد:

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ "جامع صغیر" کی شرح "تیسیر" میں نقل فرماتے ہیں کہ

مَنْ عَلَّمَ النَّاسَ ذَاكَ خَيْرُ أَبٍ
ذَاكَ أَبُو الرُّوحِ لَا أَبُو النُّطَفِ (1)

"جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے؛ کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے۔"

وخود پیداست که شامت عقوق از کجا تا کجاست تا آنکه مصطفیٰ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم او را درجنب اشراك باللّٰه داشت واز سخت ترین کبائر انگاشت فقد أخرج الشيخان والترمذي عن أبي بكرة رضي اللّٰه تعالى عنه

اور ظاہر ہے کہ نافرمانی کی شامت کہاں سے کہاں تک ہے، حتی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے شرک کے ساتھ ذکر کیا اور بدترین کبیرہ گناہ خیال فرمایا۔ بخاری، مسلم اور ترمذی نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

1......"التيسير"، حرف الهمزة، تحت الحديث: ٢٥٨٠، ج٢، ص٤٥٤.

قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیہ وسلم: ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ)) ثَلَاثاً، قُلْنَا: بَلَی يَارَسُوْلَ اللّٰه، قَالَ: ((اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ))[1] الحدیث. وخود اگر احادیث ایں باب شمردن گیریم دفتری بایست املا کرد.

نے فرمایا: "کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ یہ بات آپ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: فرمایئے یارسول اللّٰہ، آپ نے فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا" اور اگر اس قسم کی حدیثیں گننا شروع کردی جائیں تو ان کے لئے دفتر درکار ہوگا۔

ششم: آنکہ ایں معنی باباق غلام از آقائے خود ماناست طبرانی از ابوامامہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ روایت دارد کہ مولائے عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود: مَنْ عَلَّمَ عَبْداً آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى فَهُوَ مَوْلَاهُ[2] ہر کہ بندہ را آیتے از کتاب عزوجل آموخت آقائے او شد.

ششم: یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے، طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس نے کسی آدمی کو "قرآن مجید" کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کا آقا ہے۔"

1......"صحيح البخاري"، كتاب الشهادات، الحديث: ٢٦٥٤، ج٢، ص١٩٤.
"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، الحديث: ١٤٣، ص٥٩.

2......"المعجم الكبير"،الحديث: ٧٥٢٨، ج٨، ص١١٢.

واز امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضی کرم اللّٰہ تعالٰی وجھہ الکریم می آرند کہ فرمود ((مَنْ عَلَّمَنِيْ حَرْفاً فَقَدْ صَيَّرَنِيْ عَبْداً إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ)) ہر کہ مرا حرفے آموخت پس بہ تحقیق مرا بندہ خود ساخت اگر خواہد فروشد واگر خواہد آزاد کند،

اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: جس نے مجھے ایک حرف سکھایا پس تحقیق اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا اگر چاہے تو بیچ دے اور چاہے تو آزاد کردے۔

وامام شمس الدین سخاوی در "مقاصد حسنہ" از امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج رحمہ اللّٰہ تعالٰی می آرد کہ گفت ((مَنْ كَتَبْتُ عَنْهُ أَرْبَعَةَ أَحَادِيْثٍ أَوْ خَمْسَةٍ فَأَنَا عَبْدُهُ حَتَّى أَمُوْتُ))[1] ہر کہ از وے چار یا پنج حدیث نوشتم بندہ اش شدم تا آنکہ بمیرم. بلکہ در لفظ دگر گفت ((مَا كَتَبْتُ عَنْ

امام شمس الدین سخاوی "مقاصد حسنہ" میں حدیث کے امیر المؤمنین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جس سے میں نے چار یا پانچ حدیثیں لکھیں میں اس کا تاحیات غلام ہوں۔
بلکہ دیگر لفظوں میں یوں فرمایا کہ: جس سے میں نے ایک حدیث لکھی میں اس کا عمر بھر غلام رہوں گا۔

1 ......"المقاصد الحسنة"، حرف الميم، تحت الحديث: ١١٥٥، ص٤٢٨.

أَحَدٍ حَدِيْثاً إِلاَّ وَ كُنْتُ لَهُ عَبْداً مَّا حَيِّيُ))[1] یعنی از هر کہ یك حدیث نوشتہ ام مدة العمر او را بندہ ام.

واین احادیث وروایات آں زعم باطل را نیز از بیخ بر می کند کہ تعلیم ابتدائی را قدرے ندانست.

یہ حدیثیں اور روایتیں اس باطل خیال کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہیں کہ ابتدائی تعلیم کی کیا قدر ہے۔

وخود معلوم ست کہ اباق از مولی کبیرہ ایست عظمی تا آنکہ سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم آبق را کافر گفتہ است کما رواہ مسلم عن جرير بن عبد الله البجلي رضي الله تعالی عنه[2] ونا پذیرا شدن نمازش دراحادیث کثیرہ واردست کحدیث "مسلم" عنه[3] وحدیث

اور واضح ہے کہ آقا سے بھاگ جانا بہت بڑا گناہ ہے حتی کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھاگنے والے غلام کو کافر فرمایا ہے جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور بھاگنے والے غلام کی نمازوں کا نا مقبول ہونا بہت سی حدیثوں میں وارد ہے جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبد اللہ سے،

1......"المقاصد الحسنة"، حرف الميم، تحت الحديث: ١١٥٥، ص٤٢٨.

2......"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، الحديث:١٢٢، ص٥٣.

3......المرجع السابق، الحديث: ١٢٤، ص٥٤.

"الترمذي" عن أبي أمامة وحديث "الطبراني" و"ابني خزيمة" و"حبان" عن جابر وحديث "الحاكم" و"المعجمين الأوسط والصغير" عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهم كلّهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والسرد يطول.

هفتم: خود رابر اوستاد فضل می نهد و ایں خلاف مامورست، أخرج الطبراني في "الأوسط" وابن عدى في "الكامل" عن أبي هريرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ((تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَتَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَارَ وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ))(1) علم آموزید و بہر علم سکون ومهابت آموزید وپیش اوستاد کہ شما را تعلیم کردہ است تواضع وفروتنی ورزید بخردان سعادتمند

امام ترمذی نے ابوامامہ سے، طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر سے، حاکم، ''معجم اوسط'' اور ''معجم صغیر'' نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، تمام روایات کے نقل کرنے سے طوالت پیدا ہوگی۔

ہفتم: یہ کہ اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دیتا ہے اور یہ خلافِ مامور ہے طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ابن عدی نے ''کامل'' میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ: ''علم سیکھو اور علم کے لئے ادب واحترام سیکھو، جس استاد نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔''

عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑھ بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض

1......"المعجم الأوسط"، من اسمه محمد، الحديث: ٦١٨٤، ج٤، ص ٣٤٢.

اگر بر اوستاد چر باند هم ازبرکت وفیض اوستاد دانند وبیشتر ازپیشتر برروئے برخاك پایش مالند،

اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی چہرے پر ملتے ہیں۔

ع کاخر ای بادصبا ایں همه آوردۂ تست

ع آخر اے بادِصبا! یہ سب تیرا ہی احسان ہے

وبیخرداں شریر ولوند چوں سرپنجۂ توانائی یابند برپدر پیر بسرهنگی شتابند وسراز خط فرمانش تابند زود بینی که چوں به پیری رسند کیفر کفران ازدست خود چشند کما تدین تدان، وَلَعَذَابُ الآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى

بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت وتوانائی حاصل کرلیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

هشتم: آنکه علما فرموده اند ازحق اوستاد برشاگرد آنست که برفراش او نه نشیند اگرچه اوستاد حاضر نه باشد،

ہشتم: یہ کہ علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کا شاگرد پر یہ بھی حق ہے کہ استاذ کے بستر پر نہ بیٹھے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو۔

في "ردّ المحتار حاشية للدرّ المختار" عن "منح الغفار" عن "الفتاوى البزازية" عن الإمام الزندويستي قال: حق العالم على الجاهل وحق الاستاذ على التلميذ واحد على السواء وهو أن لا يفتح الكلام قبله ولا يجلس مكانه وإن غاب ولا يرد عليه كلامه ولا يتقدم عليه في مشيه.(1)

''درِّ مختار'' کے حاشیے ''ردّالمحتار'' میں ''منح الغفار'' سے انہوں نے ''فتاوی بزازیہ'' سے انہوں نے امام زندویستی سے نقل کیا کہ: عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر برابر ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اس کی بات کو رَد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ ہو۔

پس چگونہ روا باشد کہ اوستاد را بزور از منصبش افگنند وخود بجایش برآمدہ لافہا زنند حالانکہ از مجلس تا معاش واز منصب تافراش فرقے کہ ہست پیدا است.

لہٰذا کس طرح جائز ہوگا کہ استاذ کو طاقت کے ذریعے اس کے مرتبے سے گرا کر خود اس کی جگہ بیٹھا جائے اور ڈینگیں ماری جائیں حالانکہ بیٹھنے کی جگہ اور معاش میں اسی طرح بستر اور مرتبے میں واضح فرق ہے (یعنی جب استاذ کی جگہ اور اس کے بستر پر بیٹھنا نہیں چاہیے تو اس کے ذریعۂ معاش اور مرتبے کو چھیننا کس طرح درست ہوگا؟)

1......"ردّ المحتار"، كتاب الخنثى، مسائل شتّى، ج١٠، ص٥٢٢.

نهم: همچنیں فرمودہ اند کہ تلمیذ را در رفتن وسخن گفتن براوستاد تقدم وسبقت نمی رسد کما سمعت آنفاً پس چساں گوارا آید کہ اورا بالجبر پسترنمایند وخودپیش وبیش گرفتہ برمنصۂ امامت برآیند.

دھم: آنکہ سید موصوف گو اوستاد ایں کس مباش اما آخر مسلمانیست وایں کار کہ فلاں خواست بالبداھت موجب ایذائے اوست وایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی قال اللہ تعالی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾[1] آنانکہ آزار دھند مردان مومن وزنان مومنہ رابے

نہم: اسی طرح علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شاگرد کو بات کرنے اور چلنے میں استاذ سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے جیسے کہ ابھی گزرا، پھر یہ کس طرح درست ہوگا کہ استاذ کو مجبور کرکے پیچھے ہٹادیا جائے اور خود منصبِ امامت سنبھال لیا جائے؟

دہم: یہ کہ سید موصوف اگرچہ اس شخص کے استاذ نہ ہوں آخر مسلمان تو ہیں اور یہ کام جو اس شخص نے اختیار کیا ہے واضح ہے اس میں سید صاحب کی تکلیف ہے اور مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سرلیا''۔

---

1 ......پ ۲۲، الأحزاب: ۵۸.

جرم پس به تحقیق که بهتان و گناه آشکارا برخود برداشتند، سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فرماید: ((مَنْ آذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ))[1] هر که مسلمانے را آزار داد مرا اذیت رسانید وهر که مرا اذیت رسانید حق تعالٰی را ایذا کرد، اے وهر که سبحانه را ایذا کرد پس سرانجام ست که بگیرد اورا

أخرجه الطبراني في "الأوسط" عن أنس رضي الله تعالى عنه بسند حسن.

وامام اجلّ رافعی از سیّدنا علی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ روایت کرد مصطفی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فرمود: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا أَوْضَرَّهُ أَوْمَاكَرِهَ))[2] از گروه

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس نے مسلمان کوتکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالٰی کو تکلیف دی۔''

یعنی جس نے اللہ تعالٰی کوتکلیف دی بالآخر اللہ تعالٰی اسے عذاب میں گرفتارفرمائے گا۔

اسے طبرانی نے ''اوسط'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔

اورامام اجل رافعی نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ شخص ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے جومسلمان کودھوکا دے

1......"المعجم الأوسط"، باب السين، الحديث: ٣٦٠٧، ج٢، ص٣٨٧.

2......"المقاصد الحسنة"، حرف الميم، تحت الحديث: ١١٥٧، ص٤٢٩،

"كنز العمال"، الحديث: ٧٨٢٢، ج٢، ص٢١٨.

مانیست آنکہ بدغا بد مسلمانے خواہد یاباوضررے رساند یا باوے بمکر پیش آید واحادیث دریں باب بسیارست بحیث لا مطمع في الاستقصاء.

یا تکلیف پہنچائے یا اسکے ساتھ مکر کرے۔“

اس بارے میں بیشمار حدیثیں ہیں لیکن سب احادیث کا احاطہ پیشِ نظر نہیں۔

یازدہم: آنکہ ایں معنی موجب تذلیل آں مسلمان ست کما بیّن السائل.

یازدہم: یہ کہ یہ بات اس مسلمان کی بے عزتی کا سبب ہے جیسے کہ سوال کرنے والے نے بیان کیا اور

ومصطفی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود:

نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أُذِلَّ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَلَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَيَقْدِرُ عَلَى أَنْ يَنْصُرَهُ أَذَلَّهُ اللّٰهُ عَلَى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (1)

”جس شخص کے سامنے کسی مسلمان کی بے عزّتی کی جائے اور طاقت کے باوجود اس کی امداد نہ کرے تو قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اسے برملا ذلیل ورُسوا کرے گا۔“

یعنی ہر کہ پیش او تذلیل مسلمانے کردہ شود واو باوصف قدرت قیام بنصرت ننماید حق جَلَّ وعَلا اورا روزقیامت برملا ذلیل ورسوا

اسے امام احمد نے سہل بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا، سب بڑائی اللّٰہ کے لیے ہے۔

1...... ”المسند“، مسند الکوفیین، الحدیث: ١٥٩٨٥، ج٥، ص٤١٢، و”المعجم الکبیر“، الحدیث:٥٥٥٤، ج٦، ص٧٣.

فرماید. أخرجه الإمام أحمد عن سهل بن حنیف رضي الله تعالى عنه بإسناد حسن، العظمة لله، چوں سکوت بر تذلیل مسلم باعث چنیں عذاب مولم ست قیاس می باید کرد کہ خود بہ تذلیلش پرداختن ودر وجہ اعزازی کہ اورا پیش مسلمانان ست بے وجہ رخنہ انداختن چہ قدر موجب عقاب وغضب رب الارباب باشد، والعیاذ باللّٰه.

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان کی بے عزتی کو دیکھ کر خاموش رہنا ایسے عذاب کا باعث ہے تو خود اسے ذلیل کرنے کے درپے ہونا اور جس مرتبہ کی وجہ سے اسے مسلمانوں کے نزدیک عزّت حاصل ہو اس میں رخنہ اندازی کی کوشش کرنا کس قدر عذاب اور اللہ تعالٰی کے غضب کا سبب ہوگا! اللہ عزوجل اپنی پناہ میں رکھے۔

دوازدہم: آنکہ شناعت حسد خود نہ چنانست کہ محتاج بیان ست واگر ہیچ نبودے جز آنکہ مصطفی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فرمودہ است ((لَا یَجۡتَمِعُ فِي جَوۡفِ عَبۡدٍ اَلۡإِیۡمَانُ وَالۡحَسَدُ))[1] بہم نشود دردل

دوازدہم: حسد (یہ کوشش کرنا کہ کسی کا مرتبہ چھن جائے) کی برائی محتاجِ بیان نہیں، اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔''

1 ...... ”صحیح ابن حبان“، کتاب السیر، باب فضل الجهاد، الحدیث: ٤٥٨٧، ج٧، ص٦٣، و”شعب الإیمان“، باب في الحثّ... إلخ، الحدیث: ٦٦٠٩، ج٥، ص٢٦٧.

بندہ ایمان وحسد أخرجه ابن حبان في صحيحه ومن طريقه البيهقي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

اسے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں، اوراسی سند سے بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

وفرمودہ است صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ((إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ أَوْ قَالَ: اَلْعُشْبَ))[1] دور باشید ازحسد کہ حسد می خورد حسنات راچنانکہ میخورد آتش هیزم رایا فرمود گیاہ را. أخرجه أبو داود والبيهقي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، وابن ماجة وغيره عن أنس رضي الله تعالى عنه ولفظه: ((اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ))[2]، الحديث.

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسد سے دور رہو؛ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو، یا فرمایا: گھاس کو کھا جاتی ہے۔'' اسے ابو داؤد اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ وغیرہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: ((الحسد يأكل الحسنات... إلخ)) ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔'' الحدیث۔

1...... ''سنن أبي داود''، كتاب الأدب، باب في الحسد، الحديث: ٤٩٠٣، ج٤، ص٣٦١، ''شعب الإيمان''، باب في الحثّ على ترك الغلّ والحسد، الحديث: ٦٦٠٨، ج٥، ص٢٦٦.

2......''سنن ابن ماجه''، كتاب الزهد، باب الحسد، الحديث: ٤٢١٠، ج٤، ص٤٧٣.

ودر "مسند الفردوس" ازمعاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مرویست کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود: ((اَلْحَسَدُ يُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ)) (1) حسد تباہ می کند ایمان راچنانکہ تباہ میکند صَبِر شہد را، وصَبِر بفتح صاد و کسر باء عصارہ درختے ست بہ تلخی معروف باز حسد نیست جز آنکہ از کسے زوال نعمتی خواہند کما عرفہ بذلك العلماء، پس بخودی خود قیام بازالۂ آں نمودن پیداست کہ وبال ونکالش تابکجا رسید نیست.

سیزدھم: آنکہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکمال رحمت وعنایتے کہ برحال مسلمانان دارد

اور "مسند الفردوس" میں معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "حسد ایمان کو اسی طرح تباہ کردیتا ہے جس طرح صَبِر (یعنی ایلوا) شہد کو۔"

صَبِر صاد پر فتحہ اور باء کے نیچے کسرہ ایک درخت کا انتہائی کڑوا نچوڑ ہے پھر حسد اسے کہتے ہیں کہ کسی کی نعمت کے چھن جانے کی آرزو کی جائے جیسے کہ علماء نے حسد کی تعریف کی ہے، پھر کسی کی نعمت کو ختم کرکے خود اس کی جگہ پہنچنے کی خواہش کا وبال کہاں تک ہوگا!

سیزدھم: یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ بیحد شفقت ہے اس کے باوجود آپ

1 ......"کنز العمال"، کتاب الأخلاق، الحدیث:۷۴۳۷، ج۲، ص۱۸۶،
و"کشف الخفاء"، حرف الحاء المهملة، الحدیث: ۱۱۲۹، ج۱، ص۳۱۷.

روا نداشته است که خِطبه برِ خطبه مسلمانے کنند یا سوم بر سوم وے نمایند أخرج الأئمة أحمد والشيخان عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنّ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ((لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِهِ))(1) وفي الباب عن عقبة بن عامر وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهم. يعنى یکے می خرد وبائع ومشتری بر چیزے تراضی کردہ اند دیگرے آید وبہا افزاید وخود ببرد یا یکے مرد زنے را خواستگاری کردہ است ورائے بر تزویج قرار بگرفته دیگرے برخیزد وسببے انگیزد ومخطوبۂ او رابحبالۂ خود کشد ایں همه ممنوع

نے اس بات کو جائز نہ رکھا کہ ایک مسلمان نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے رکھا ہو تو دوسرا بھی دے دے یا ایک آدمی سودا کر رہا ہو دوسرا بھی اسی کا سودا کرنے لگ جائے، اسے امام احمد، بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر پیغام نہ دے اور نہ ہی اس کی بولی پر بولی لگائے'' اس سلسلہ میں عقبہ بن عامر اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے یعنی ایک آدمی کوئی چیز خرید رہا ہے خریدار اور فروخت کرنے والا دونوں راضی ہو چکے ہیں ایک اور آدمی زیادہ قیمت دے کر وہ چیز لے جاتا ہے،

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب البيوع، باب لا يبيع ... إلخ، الحديث: ٢١٤٠، ج٢، ص٢٩، "صحيح مسلم"، كتاب النكاح، الحديث: ١٤٠٨، ص٧٣٢.

ونا روا ست حالانکه دریں صورتہا محض قرار داد ست نہ حصول پس چساں حلال باشد کہ بر مسلمانے دست تعدی دراز نمایند وازوے نعمت موجودہ حاصلہ بربایند ایں خود ستم صریح است.

یا ایک مرد نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے رکھا ہے اور دونوں رضا مند ہوچکے ہیں ایک اور آدمی کسی طریقے سے اس عورت کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے حالانکہ ان صورتوں میں بھی صرف بات طے ہوئی تھی، کچھ حاصل نہ ہوا تھا، جب یہ ناجائز ہے تو یہ کس طرح جائز ہوگا کہ کسی کو ایک نعمت حاصل ہو اور اس پر زیادتی کر کے اس نعمت کو چھین لیا جائے، یہ سراسر ظلم ہے۔

ومصطفٰی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود: ((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (1) ستم تاریکیہاست روز قیامت.

أخرجه البخاري ومسلم والترمذي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما،

وبسندہ است قول او سبحانہ تعالٰی: ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۟ۙ﴾ (2)،

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ظلم قیامت کے روز کئی اندھیروں کے برابر ہوگا۔" (بخاری، مسلم اور ترمذی نے اسے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

اس کے لئے اللہ تعالٰی کا یہ فرمان کافی ہے: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب المظالم، الحديث: ٢٤٤٧، ج٢، ص١٢٧.

2 ......پ١٢، هود: ١٨.

والعیاذ باللّٰه تعالی. (اور اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔)

چهاردهم: آنکه این مسلمان که باوے این چنیں بدیها میرود بالخصوص پیر و کبیر السن ست و سید عالم صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم فرمود: ((لَیۡسَ مِنَّا مَن لَّمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَیَعۡرِفۡ شَرَفَ کَبِیۡرِنَا))[1]، از ما نیست هر که مهر نکند برخوردِ ما وبزرگی نشناسد بهر کلان ما. أخرجه أحمد والترمذي والحاکم عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه تعالی عنهما بسند حسن بل صحیح.

وفرمود صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم: ((لَیۡسَ مِنَّا مَن لَّمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَ یُوَقِّرۡ کَبِیۡرَنَا))[2] یعنی بر روش

چہاردہم: یہ کہ خاص طور پر یہ برائیاں جس مسلمان کے ساتھ کی جارہی ہیں بوڑھا اور معمر ہے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بچوں پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے بزرگوں کی عزت کو نہیں پہچانتا۔''

(اسے احمد، ترمذی اور حاکم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حسن سند بلکہ صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی وہ شخص ہمارے طریقے پر نہیں جو بچوں پر مہربانی نہیں کرتا

1...... "سنن الترمذي"، کتاب البرّ والصلة، الحدیث: ١٩٢٧، ج٣، ص٣٦٩، "المسند"، الحدیث: ٦٧٤٥، ج٢، ص٦٠٩، "المستدرك"، الحدیث: ٢١٦، ج١، ص٢٣٧

2...... "سنن الترمذي"، کتاب البرّ والصلة، الحدیث: ١٩٢٨، ج٣، ص٣٧٠. و"المعجم الکبیر"، ما أسند ابن عباس، الحدیث: ١٢٢٧٦، ج١١، ص٣٥٥.

مانيست هر كه بر خورداں رحم ومر پيران راتوقير نكند. أخرجه الأولان وابن حبان عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وإسناده حسن، وبنحوه للطبراني في "المعجم الكبير" عن واثلة بن الأسقع رضي الله عنه.

وفرمود صلى الله تعالى عليه وسلم: ((لَيسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا وَلَيسَ مِنَّا مَنْ غَشَّنَا وَلَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِناً حَتّٰى يُحِبَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[1]، يعنى ازما نيست هر كه برخورد سالان شفقت نيارد ومرسال خورداں راحق نشناسد ونه آنكه مؤمناں راخيانت كند ومسلمان مسلمان نمى شود تا آنكه همه مومنين راهماں خواهد كه ازبهرجان خود ميخواهد أخرجه الطبراني في "الكبير" عن ضميرة رضي الله تعالى عنه بإسناد حسن.

اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔" اسے امام احمد، ترمذی اورابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اوراسکی سند حسن ہے،اوراسی کی مثل طبرانی نے "معجم کبیر" میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اور فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو بچّوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا، اوروہ شخص جو مؤمنوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے، اور آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اسے طبرانی نے "معجم کبیر" میں ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

1......"المعجم الكبير"، الحديث: ٨١٥٤، ج٨، ص٣٠٨.

وفرمود صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم: ((إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالَى إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ))[1] الحدیث، از تعظیم خدا است بزرگ داشتن مسلمان سپید موی أخرجه أبو داود عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه.

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔'' اسے ابوداؤد نے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

پانزدهم: آنکه آں پیر بالتخصیص علم دینی دارد وباعلما بد بودن ولوندی نمودن نچنداں بدست که بگفتن آید.

پانزدہم: یہ کہ وہ معمر بالخصوص علمِ دین سے بہرہ ور ہے، اور علماء کے ساتھ بُرا ہونا اور اُنکے ساتھ بُرائی کرنا اتنا بُرا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

سرورعالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید: ((لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهُ))[2] از امت من نیست آنکه تعظیم نکند بزرگ ما را وشفقت ننماید خورد ما را وحق نشناسد عالم ما را.

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا، اور ہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا۔''

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، الحديث: ٤٨٤٣، ج٤، ص٣٤٤.

2......"المسند"، الحديث: ٢٢٨١٩، ج٨، ص٤١٢،

و"المستدرك"، كتاب العلم، الحديث: ٤٢٩، ج١، ص٣٢٧.

أخرجه أحمد في "المسند" والحاكم في "المستدرك" والطبراني في "الكبير" عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه بسند حسن.

اسے امام احمد نے "مسند"، حاکم نے "مستدرک" اور طبرانی نے "کبیر" میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔

وفرمود صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ: ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَذُو الْعِلْمِ وَإِمَامٌ مُقْسِطٌ))[1] سہ کسانند کہ سبك نگیرد حق ایشاں را مگر منافق یکے آنکہ دراسلام مویش سپید شد، دوم عالم، سوم پادشاہ عادل. أخرجه الطبراني عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه بطريق حسّنها الترمذي لغير هذا المتن[2].

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین شخص ہیں جن کے حق کو صرف منافق ہی ہلکا جانتا ہے (۱) وہ مسلمان جس کے بال سفید ہو چکے ہیں (۲) عالم (۳) عادل بادشاہ۔" طبرانی نے اسے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جسکی تحسین امام ترمذی نے اس حدیث کے متن کے علاوہ سے کی ہے۔

شانزدهم: آنکہ آں ذی علم بالخصوص سید ست وتعظیم ایں نسل طاهر ونسب فاخر از

شانزدہم: یہ کہ وہ عالم صاحب بالخصوص سید ہیں، اس پاکیزہ خاندان ذیشان کی تعظیم اہم

1......"المعجم الكبير"، عبيد الله بن زحر... إلخ، الحديث: ٧٨١٩، ج٨، ص٢٠٢.

2......انظر السند في "سنن الترمذي"، كتاب الزهد، الحديث: ٢٤١٤، ج٤، ص١٨٢، و"الترغيب والترهيب"، كتاب العلم، الحديث: ١١، ج١، ص٦٥.

اهم واجبات وایذائے آناں و بدخواہی ایشاں از اشد موبقات در حدیث ابوالشیخ ابن حبان ودیلمی آمدہ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرمود: ((مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِيْ وَالْأَنْصَارِ وَالْعَرَبِ فَهُوَ لِإِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا مُنَافِقٌ وَإِمَّا وَلَدُ زَنْيَةٍ وَإِمَّا امْرَؤٌ حَمَلَتْ بِهِ أُمُّهُ فِي غَيْرِ طُهْرٍ))[1]. ہر کہ نشناسد حق آل من وحق انصار واہل عرب آن بہریکے از سہ وجہ است یامنافق ست یابچۂ زنا یامَردے کہ مادرش باو درایام بے نمازی باردر شدہ است.

واجبات میں سے ہے انہیں ایذا دینا اور ان کی بدخواہی کرنا سخت ہلاکت کا سبب ہے۔

ابو الشیخ ابن حبان اور دیلمی کی روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص میری آل، انصار اور اہل عرب کا حق نہیں پہچانتا تو ان تین وجوہات میں سے کوئی ایک وجہ ہے یا تو وہ منافق ہے یا زنا سے پیدا ہوا ہے، یا اس عورت کا بچہ ہے جو ناپاکی کے دنوں میں حاملہ ہوئی ہو۔"

وأخرج ابن عساكر وأبو نعيم عن أمير المؤمنين علي كرم الله تعالى وجهه أيضاً يرفعه إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ((مَنْ آذَى شَعْرَةً مِّنِّيْ فَقَدْ

ابن عساکر اور ابو نعیم نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا کہ:

---

1 ......"الصواعق المحرقة"، الباب الحادى عشر، المقصد الثاني، ص١٧٣، و"فردوس الأخبار"، حرف الميم، الحديث: ٦٣٧١، ج٢، ص٣٠٩ بتغير قليل.

آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ))، زَادَ أَبُوْنُعَيْمٍ: ((فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ مِلْءُ السَّمَاءِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ)) [1] یعنی سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود: ہر کہ از من موئے (یعنی ادنٰی متعلقے) را ایذا داد پس بہ تحقیق مرا آزار رسانید وہر کہ مرا آزار رسانید پس بدرستی کہ حق عزوجل را اذیت کرد پس برونفرین خداست بپُری آسمان وبپُری زمین. واحادیث دراجلال عترت طاہرہ وتاکید حقوق آنہا خیمہ بسرحد تواتر زدہ است، وباللّٰہ التوفیق.

جس شخص نے میرے ایک بال (یعنی معمولی سا تعلق رکھنے والے) کو تکلیف دی بیشک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی، (ابونعیم نے یہ الفاظ زائد کیے:) اس پر زمین وآسمان کے بھرنے کے برابر خدا کی لعنت۔" آلِ پاک کی بزرگی اور ان کے حقوق کی تاکید کے متعلق حدیثیں [2] حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

ہفدہم: آنکہ چون سید موصوف حسب تصریح سائل ہم بعلم وہم بتقوٰی وہم

ہفدہم: یہ کہ جب سید صاحب موصوف سائل کے کہنے کے مطابق علم وتقوی، عمر اور نسب میں اعلیٰ اور

1......"تأريخ دمشق"، الحديث: ٦٧٨٨، ج٥٤، ص٣٠٨، و"فيض القدير"، تحت الحديث: ٨٢٦٧، ج٦، ص٢٤، (بحوالہ"ابونعیم")۔

2......انظر "كنز العمال"، فضائل النبي ﷺ، الحديث: ٣٥٣٤٧، الجزء١٢، ج٦، ص١٥٩.

بسن وهم بنسب اجل وافضل است مستحق بکرامت امامت وتعظیم تقدیم هموں که ایں چهار از وجوه احقیت ست کما صرّح به في "تنوير الأبصار" (1) وغيره عامة الأسفار پس منازعتش باوے صراحة برخلاف حکم شرع ست، ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۱)

افضل ہیں تو وہی امامت کی عزّت وتعظیم کے لائق ہیں اور یہ چاروں باتیں امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا سبب ہیں جیسے کہ "تنویر الابصار" وغیرہ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں تصریح ہے پس ایسے شخص کے ساتھ جھگڑا شریعت کے حکم کے خلاف ہے، "اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔"

هیجدهم: آنکه ایں کس میخواهد که علم خود را ذریعۀ تحصیل دنیا کند ودر حدیث مصطفی صلی اللہ تعالی علیه وسلم آمده است ((مَنْ أَكَلَ بِالْعِلْمِ طَمَسَ اللّٰهُ عَلَى وَجْهِهٖ وَرَدَّهٗ عَلَى عَقِبَيْهِ وَكَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهٖ)) (2) یعنی هر که علم را ذریعۀ

ہیجدہم: یہ کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنے علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔

فرمان مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد ہے کہ: "یعنی جو شخص علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو بگاڑ دے گا اور اسے اسکی ایڑیوں پر واپس لوٹائے

1......"تنوير الأبصار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج۲، ص ۳۵۰-۳۵۲.

2......"الجامع الصغير"، الحديث:۸۵۱۶، ص۵۱۸، (بحوالہ شیرازی).

و"كنز العمال"، الحديث: ۲۹۰۳۰، ج۱۰، ص۸۵.

جلب مال نماید حق عزوجل روئے او را مسخ فرماید و او را بر ہر دو پاشنہ اش، باز گرداند و آتش دوزخ باو سزاوارتر باشد أخرجه الشيرازي في "الألقاب" عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

گا اور دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔" (شیرازی نے "القاب" میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی)۔

ودر حدیث دیگر است کہ فرمود صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: ((مَنِ ازْدَادَ عِلْماً وَلَمْ يَزْدَدْ فِي الدُّنْيَا زُهْداً لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا بُعْداً))[1] ہر کہ در علم افزود ودر دنیا بے رغبتی نیفزود از خدا نیفزود مگر دوری أخرجه الديلمي عن علي رضي الله تعالى عنه واحادیث دریں باب بسیار ست.

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے علم زیادہ حاصل کیا لیکن دُنیا سے بے رغبتی زیادہ نہ ہوئی اسے اللہ تعالیٰ سے دُوری کے سوا کچھ نہ ملا۔" (اسے دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا) اور اس بارے میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔

نوزدھم: آنکہ حرفے چند از فلسفہ مزخرفہ آموختن واندك فضلہ از کفار سفسطہ بگدیہ اندوختن پیش او گرامی

نوزدہم: وہ شخص جس کے نزدیک بناوٹی باتوں والا فلسفہ سیکھنا اور کافروں کی بیہودگی کے باقیماندہ حصے کو بھیک مانگ کر جمع کرنا

1......"فردوس الأخبار"، حرف الميم، الحديث: ٦٢٩٨، ج٢، ص٣٠٣.

کاریست بدیع و منیع و باعث
فخر و شرف رفیع که بربنایش
خود را ازاں سید فقیہ افضل
واولٰی تر بامامت می انگارد
حالانکه ایں علوم فلاسفه
اعنی طبیعیات والٰہیات آنہا که
مملو ومشحون است ازضلالاتِ
شنیعه وبطالات قطیعه تا آنکه
دروے انبارہا ست از کفر
وشرك وانکار ضروریات دین
وخروارہا از مضادّت قرآن
ومحادّت فرمان انبیاء ومرسلین
صلوات اللّٰه و سلامه علیهم أجمعین،
وقد فصّلنا بعضها عن قریب في رسالة
لنا سمّیناها: "مقامع الحدید علی خد
المنطق الجدید" أقمنا فیها الطامة
الکبری علی المتهورین من متفلسفي
الزمان وباللّٰه التوفیق وعلیه التکلان
قطعاً ازعلوم محرمه است.

بہت بڑا کام ہے اور فخر وناز کا
باعث ہے جس کی بناپراپنے آپ کو
اس سید فقیہ سے امامت کے زیادہ
لائق سمجھتا ہے حالانکہ فلسفیوں کے
یہ علوم یعنی طبیعیات اورالٰہیات جو
بدترین گمراہیوں سے پُر ہیں حتی کہ
ان میں کفر وشرک اورضروریاتِ
دین کے انکار کے ڈھیر لگے ہوئے
ہیں اور بہت سی باتیں "قرآن مجید"
اورانبیاء ومرسلین کے ارشادات کے
مخالف ہیں جیسا کہ ہم نے بعض
باتوں کی تفصیل اپنے رسالے
"مقامع الحدید علی خدّ
المنطق الجدید" میں کی ہے ہم
نے اس میں اس زمانے کے فلسفے
کے دعویداروں پر قیامت قائم کردی
ہے، اوراللہ ہی کی توفیق اوراسی پر
پختہ بھروسہ ہے، ان علوم کا (بغیر
تردید کے) پڑھنا قطعاً حرام ہے۔

فـي "الدر المختار": اعلم أنّ تعلّم العلم يكون فرض عين [إلى أن قال] وحراماً وهـو عـلـم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلوم الطباعين والسحر[1].

"درمختار" میں ہے: بیشک علم کا پڑھنا فرض عین ہے، (یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا:) اور کبھی علم کا پڑھنا حرام ہوتا ہے جیسے کہ علمِ فلسفہ، شعبدہ، نجوم، رمل، حکمتِ طبعیہ اور جادو۔

وعـلامـہ زیـن بن نجیم مصری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ در "الأشباہ والنظائر" فرماید: العلم قد يكون حراماً وهو علم الفلسفة... إلخ[2]،

اور علامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالیٰ "الاشباہ والنظائر" میں فرماتے ہیں: علم کا پڑھنا کبھی حرام ہوتا ہے جیسے کہ فلسفہ۔

عـلامہ ابن حجر مکی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ در "فتاوای" خودش فرمود: ما كان منه (أي: من الطبيعي) على طريق الفلاسفة حرام[3].

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے "فتاویٰ" میں فرماتے ہیں: حکمتِ طبعیہ کا جو حصہ فلاسفہ کے طریقے پر ہو اس کا پڑھنا حرام ہے۔

وهمدران ست أمـا الاشتغال بـالـفـلسفة والمنطق فقد أفتى بتحريمه ابن الصلاح وشنع على المشتغل بهما وأطال في ذلك ويجب على الإمام إخراج أهلهما من مدارس الإسلام

اسی میں ہے: ابن صلاح نے فلسفے اور منطق کی حرمت کا فتویٰ دیا اور انہیں پڑھنے والے پر سخت طعن وتشنیع کی اور اس بارے میں طویل گفتگو کی، اور بادشاہِ اسلام پر

1......"الدرّ المختار"، المقدّمة، ج١، ص١٠٧-١١٠، ملتقطاً.
2......"الأشباه والنظائر"، الفنّ الثالث، ص٣٢٨، ملخّصاً.
3......"الفتاوى الحديثية"، مطلب: هل يجوز علم التنجيم، ص٦٨، ملتقطاً.

وسجنهم وكفّ شرهم قال: وإن زعم أنّه غير معتقد لعقائدهم فإنّ حاله يكذبه[1].

واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو اسلامی مدارس سے نکال کر قید کردے اوران کے شر کو روکے اگرچہ ان کا خیال یہ ہو کہ ہم فلاسفہ کے عقائد کے قائل نہیں؛ کیونکہ ان کی حالت خود انھیں جھٹلا رہی ہے۔

ببیں چساں روشن وسپید میگوید کہ فلسفہ حرام است وبر بادشاہ اسلام واجب کہ اہل آں را از مدارس اسلام بیروں کند وزنداں فرماید تا شر آنہا بمسلماناں نرسد ومرد متفلسف کہ دریں جہالات مسمی بعلم توغل دارد وعمر میگزارد اگر دعوی کند کہ من بدل عقائد آنہا را جائے ندادہ ام خود حال او بہر تکذیب اوبسند ست کہ اگر نہ پسند ست چرا پائے

دیکھئے کیسے صاف وشفاف طور پر فرمادیا کہ فلسفہ حرام ہے اور بادشاہِ اسلام پر لازم ہے کہ فلسفیوں کو مدارس اسلامیہ سے نکال کر قید کرے تاکہ مسلمان ان کے شرور سے محفوظ رہیں اور فلسفی کہ ان جہالات و واہیات کو علم کہتا ہے اور اس کے حصول میں عمر گزار دیتا ہے اگر یہ کہے کہ میں اسے دل سے قبول نہیں کرتا تو خود اس کا ظاہرِ حال اس کی تکذیب کررہا ہے۔اگر فلاسفہ کے عقائد کو پسند نہیں کرتا تو فلسفے کا پابند کیوں ہے کبھی ایسا بھی دیکھا

1 ......"الفتاوى الكبرى الفقهية" لابن حجر، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء، ج١، ص٧٦.

بـنـدسـت هيچ ديدۂ انسـان هـرچيـزے راكـه دشمن دارد باختيار خود باوے عمر گزارد وشبها باوے سحر كند ومدتها چنگ بدامنش زند وبحصولش غـلـغـلـۂ تفـاخر افگند وكلـۂ گـوشها برآسمان شكند حاش لله ايـن هـمـه عـلامـات رضاوايثارست ورنه بادشمن ساعتى بسربردن دشوارست ، يـا غـراب البيـن ليـت بيـني وبينك بعد المشرقين!

ايـن سـت تـقـرير كـلامـش برحسب مرامش رحمه الله تعالىٰ.

ومـاذكـره فى الفلسفة صحيح ومن ثمّ قال الأذرعي رحمه اللّٰه تعالى تحريمها هو الصحيح الصواب وأما ما ذكره في الـمـنـطـق فـمـنطق الفلاسفة هو الذي يحرم الاشتغال به ويدلّ لذلك قوله

ہے کہ انسان ایک چیز کو ناپسند کرے اور پھر اپنی مرضی سے اپنی تمام عمر اس میں صرف کردے اور راتیں اس کے پیچھے گزار دے اور مدتوں اس کے ساتھ وابستہ رہے اور اس کے حاصل کرنے پر فخر کرے اور اپنی سربلندی کا دعوی کرے ہرگز نہیں، یہ سب پسندیدگی کی علامتیں ہیں ورنہ دشمن کے ساتھ ایک لحظہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے۔اے جدائی کے کوے (دین سے دور کرنے والے) کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا!، یہ ان کے مقصد کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔

اور علامہ نے فلسفہ کے متعلق جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے، اسی لئے امام اذرعی نے فرمایا: فلسفے کا حرام ہونا درست ہے۔رہا منطق کا مسئلہ تو فلاسفہ کی منطق کا پڑھنا حرام، اور علامہ کا

كف شرهم وقوله ومعتقد لعقائدهم،[1] اھ ملتقطاً وفيه طول كثير.

وہ کلام کہ ''ان کے شر کے دروازے کو بند کردے'' اور ''وہ فلاسفہ کے عقائد کے قائل ہیں'' اس پر دلالت کر رہا ہے اھ ملتقطاً، اور اس میں طویل بحث ہے۔

فقیر میگویم واللّٰہ سبحانہ یغفر لي از اول دلیل بر تحریم تفلسف وتقبیح حالش حدیثی ست کہ امام عبد الرحمان دارمی در ''سنن'' خودش از سیّدنا جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما روایت کردہ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَذِهِ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

فقیر کہتا ہے (اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ میری مغفرت فرمائے): کہ فلسفے کے حرام ہونے اور اس کی برائی کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابوعبد الرحمان دارمی نے ''سنن'' میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ: ''یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لائے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم یہ تورات کا نسخہ ہے۔ سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، عمر فاروق

1 ......''الفتاوى الكبرى الفقهية'' لابن حجر، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء، ج ١، ص ٧٦.

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيهِ وَسَلَّمَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبّاً وَّبِالْإِسلَامِ دِيناً وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيّاً، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَو بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعتُمُوهُ وَتَرَكتُمُونِي لَضَلَلْتُم عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَو كَانَ حَيّاً وَأَدرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي))(1)

یعنی عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه پیش سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم نسخه از توریت آورد وعرضداشت که یارسول اللّٰہ این نسخه ایست از توریت سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم پاسخ نداد وسکوت فرمود عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه خواندن

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پڑھنا شروع کر دیا، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک شدتِ غضب کی وجہ سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدل رہا تھا، اور حضرت عمر فاروق کو اس کی خبر نہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اے عمر! تجھے رونے والی عورتیں روئیں تم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی حالت نہیں دیکھ رہے، تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا اور فوراً کہا: اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے غضب سے خدا کی پناہ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے (اس بات سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور

1......"سنن الدارمي"، باب ما يتّقى من تفسير حديث النبي صلّى اللّٰه تعالى عليه وسلّم وقول غيره... إلخ، الحديث: ٤٣٥، ج١، ص١٢٦.

گرفت و چہرہ مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از حالی بحالی گردید بجہت شدت غضب و عمر ہنوز ازیں معنی آگاھی نداشت تا آنکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت اے عمر ترا بگریند زنان گریہ کناں نمی بینی حالتیکہ در روئے مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا است آنگاہ عمر نظر بالا کرد وجانب چہرۂ اقدس دید فوراً گفت بخدا پناہ میبرم از غضب خدا و رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پسندیدیم خدائے را پروردگار و اسلام رادین و محمد را نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ازیں کلمہا غضب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرومی نشست پس سید عالم

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قَسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر تم پر موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرتے تو بے شک تم راہِ راست سے بھٹک جاتے اور بے شک اگر موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے اور میری نبوت کے ظہور کے زمانے کو پاتے تو میری پیروی کرتے۔"

صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود
بخدائے کہ جان محمد بقبضۂ
قدرت اوست اگر ظاہر شود
بہر شما موسٰی علیہ السلام وشما
اتباع او کنید ومرا بگزارید
ہر آئینہ راہ راست گم کردہ
باشید واگر موسٰی بدنیا بودے
وزمانہ ظہور نبوتم دریافتی
بدرستی کہ مرا پیروی کردے
صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم.
حالا چشم انصاف کشادنی
ست توریت کہ کلام الٰہی
ست وقرآن بہ تصدیقش نازل
محض بوجوہ اختلاط تحریفات
کارش بجائے رسید کہ قرأتش
چنداں موجب غضب
سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ
وسلم شد ایں فلسفہ ملعونہ
بکفر وضلال مشحونہ کہ جہلی

اب انصاف کی آنکھ کھولنی چاہئے
''تورات'' کہ کلامِ الٰہی ہے اور
''قرآن مجید'' نے اس کی تصدیق
کی ہے لیکن صرف اس بناء پر کہ اس
میں تحریف ہوچکی ہے اس کا پڑھنا
کس قدر سرورِ عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم
کی ناراضگی کا سبب بنا، یہ مردود
فلسفہ جو کہ کفر وضلالت سے بھرا ہوا
اور جہالتوں کا مجموعہ ہے اور جس

چنداست بر ھمہ نشستہ وراہ دین بر خدامش بستہ وربقۂ یقین از گلوئے شان گسستہ العزۃ للہ چہ جائے آں دارد کہ اورا اجر عظیم پندارند وعمرھا نظر بروے گمارند وتخم ودادش بدلھا کارند با ایں ھمہ سلامت روند غضب اشد رامستحق نشوند لا واللہ لا یکون ولو کرہ المبطلون

نے دین کے خادموں کے لئے دین کا راستہ بند کیا ہوا ہے اور فلسفیوں نے دین کی زنجیر اپنے گلے سے اتار پھینکی ہے (عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے) وہ کب اس لائق ہے کہ اس کا بہت بڑا ثواب گمان کیا جائے اور عمریں اس پر صرف کردی جائیں اور اس کی محبت کو دل میں جگہ دی جائے اس کے باوجود محفوظ رہیں اور شدید غضب کے مستحق بھی نہ ہوں بخدا! اس طرح نہیں ہوسکتا اگرچہ جھوٹے اسے پسند نہ کریں۔

باز احمد در "مسند" وبیھقی در "شعب الایمان" از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ چناں آوردہ اند کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ باقدس بارگاہ عالم پناہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر آمد وبعرض قدس رسانید کہ: إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودَ تُعْجِبُنَا، أَفَتَرَى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا؟ ما از یہود

نیز امام احمد نے "مسند" میں اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ:

ہم یہودیوں سے کئی ایسی باتیں سُنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا

حدیثہا می شنویم کہ مارا خوش می آید آیا بروانگی باشد کہ چیزے ازانہا بنویسیم سیدعالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود: أَمُتَهَوِّكُونَ أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى آیا متحیرید دردین اسلام وکمال وتمام واغنائے تام او کہ دراحادیث دیگراں طمع دارید چنانکہ یہود ونصارٰی دردین خود متحیر شدند وبرعلم الٰہی قناعت نا کردہ درایں وآں فتادند ودرقیل قال زدند لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، من این ملت وشریعت راسپید وروشن وصاف وپاکیزہ آوردہ ام کہ نہ ہیچ شبہہ را درو دخلی نہ باوے سوئے چیزے دگر حاجتی وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي))(1)

ہمیں اجازت ہے کہ ہم ان میں سے کچھ باتیں لکھ لیا کریں؟ نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم دینِ اسلام کے مکمل اور کافی ہونے میں حیران وپریشان ہو کہ دوسروں کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہو جیسے کہ یہودی اور عیسائی اپنے مذہب میں متحیر ہو گئے اور اللّٰہ عزوجل کے دیئے ہوئے پر اکتفاء نہ کر کے اِدھر اُدھر مصروف ہو گئے، اور قیل وقال میں پڑ گئے، میں تمہارے پاس یہ واضح اور پاکیزہ شریعت لا یا ہوں کہ اس میں نہ تو شک وشبہے کی گنجائش ہے اور نہ کسی اور چیز کی ضرورت، اگر موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔“

1 ......”المسند“، الحدیث: ١٥١٥٨، ج٥، ص١٩٥، و”شعب الإیمان“، الحدیث: ١٧٦، ج١، ص٢٠٠.

وخود یہود واحادیث آنہا چہ لائق التفات باشد اگر موسیٰ ہم بدنیا بودے اورا نیز جز پیروی من گنجایش نداشتہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیك وسلم

ومعلوم ست کہ احادیثے کہ ہمچو عمررا خوش آید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ زنہار مخالف ملت ومنافی شریعت نباشد با ایں ہمہ نہی نمودند وامت رابر استغنا بشرع مطہر ازہمہ اغیارش دلالت فرمودند فکیف کہ دامن کفار یونان گیرند وبحر صافی را پس پشت انداختہ در تیہ ضلالت بتلخی میرند لا یأتي ذلك إلّا ممن سفه نفسه.

بالجملہ ضرر فلسفہ وضلال متفلسفہ از شمس ازہر واز امس اظہر پس در تحریمش

تو خود یہود اور انکی باتیں کیسے لائقِ التفات ہوسکتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو باتیں عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسی شخصیت کو پسند آئی ہوں وہ ہرگز شریعت کے مخالف نہ ہوں گی اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور بتادیا کہ شریعتِ مطہرہ کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، تو یہ کس طرح جائز ہوگا کہ صاف وشفاف دریا (شریعتِ مقدسہ) کو پسِ پشت ڈال کر یونان کے کافروں کا دامن تھاما جائے اور گمراہی کے جنگل میں مصیبت کی موت مول لی جائے یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے اپنے آپ کو حقیر وذلیل بنادیا ہو۔

الحاصل یہ فلسفے کا نقصان اور فلسفے کے دعویداروں کی گمراہی سورج سے زیادہ روشن اور گزشتہ دن سے زیادہ

ارتیاب نکند مگر مریض القلب ضعیف الایمان والعیاذ باللہ وعلیه التکلان

بیا تا عنان بمطلب گردانیم متفلسف مذکور ایں حرام علم را ذریعۂ تفاخر و وسیلۂ تفضیل وباعث تقدیم درمناجات رب جلیل دانست پیداست کہ کدام تحسین بالاتر ازیں باشد وایں معنی العیاذ باللہ پہلو بکفر زند چنانکه علماء درفروع کثیرہ تنصیص کردہ اند وامام عبد الرشید بخاری تلمیذ امام اجل ظهیری وامام فقیه النفس قاضی خان رحمهم الله تعالٰی در "خلاصه" فرماید: من قال: أحسنت لما هو قبیح شرعاً أو جودت کفر(1).

ظاہر ہے لہٰذا اس کی حرمت میں صرف وہی شخص شک کرے گا جس کا دل بیمار اور ایمان کمزور ہو، اور اللہ کی پناہ اور اسی پر بھروسہ ہے۔

آیئے تا کہ اصل مطلب کی طرف توجہ دیں کہ مذکورہ بالا شخص، فلسفے کا دعویدار اُس چیز پر فخر کرتا ہے کہ بناء بریں اپنے آپ کو فضیلت والا اور امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے جسے علماء نے حرام کہا ہے واضح ہے کہ اس سے بڑھ کر اس فعل حرام کی تعریف وتحسین کیا ہوسکتی ہے! (اللہ کی پناہ) اس میں تو ایک پہلو کفر کا بھی نکلتا ہے چنانچہ علماء نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے، امام اجل ظہیری اور امام فقیہ النفس قاضی خان کے شاگرد امام عبد الرشید بخاری رحمہم اللہ تعالٰی ''خلاصہ'' میں فرماتے ہیں: (جس شخص نے شرعی قبیح کے مرتکب کو کہا کہ تو نے اچھا کیا تو وہ کافر ہوگیا)

1……انظر "منح الروض الأزهر"، فصل في الكفر صريحاً و كناية، ص١٨٩، (عن "الخلاصة").

یــاربّ مــگــرمتــفــلسـفــان برخـویشتـن نمی بخشایند کہ برفـعـل محـرم بـس نـاکـردہ زبـان بتـکبـروتفـاخـر مـے کشایند ﴿ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾(پ ٣٠، المطففين: ١٤)، وَنَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ.

اے رب! شاید یہ فلسفے کے دعویدار اپنے اوپر رحم نہیں کرتے کہ حرام فعل کی بناء پر فخر اور تکبر کرتے ہیں: کوئی نہیں بلکہ انکے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (ترجمۂ ''کنزالایمان'') اور ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

بستم: آنکـه فضـل تفـلسف رابرفضل تفقه ترجیح دادن کہ ادعـائـے اولـویت بامامت رامنشا ومـنـزع همـوں تواند بودمتضمن تـحـقیـرعـلـمردین ست کـمـا لایخفی وتحقیرش بروجه صریح کـفـرقـطـعـی ست اینجا چوں پـائـے تـضـمن درمیان ست نزاع لـزوم والتـزام عیان ست کـمـا بیّـنـاه فـي "مـقـامـع الحدید"[1] واللّٰه الهادي إلى المسلك السدید.

بستم: فلسفے کی فضیلت کو ترجیح دینا فقہ کی فضیلت پر کیونکہ امامت کے زیادہ لائق ہونے کے دعویٰ کی یہی وجہ ہوسکتی ہے اس میں ضمناً علم دین کی توہین ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور علمِ دین کی صراحتاً توہین کفر ہے یہاں چونکہ یہ بات ضمناً آگئی ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ علمِ دین کی توہین لازم آئی ہے اس شخص نے اس کا التزام نہیں کیا (اس لئے کفر کا قول نہیں کیا جائے گا) جیسا کہ ہم نے ''مقامع الحدید'' میں بیان کیا۔

1 ...... سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ ''مقامع الحدید علی خدّ المنطق الجدید'' فتاویٰ رضویہ ستائیسویں جلد میں موجود ہے جس میں آپ علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد حسن سنبھلی کی خرافات فلسفہ پر مشتمل کتاب ''المنطق الجدید لناطق النالہ الحدید'' کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔

(ایں بست وجہ است) نجیح ووجیہ مفید فقیہ ومبید سفیہ کہ بر نہج ارتجال بحال استعجال سپرد خامہ نمودہ شد ومانا کہ اگر غوری رود وجوہ دیگر منجلی شود اما ہمیں قدر بسند ست وتطویل ممل ناپسند حالا مسلماناں نگہ کنند کہ شرع مطہر امامت فاسق رانہ پسندیدہ تا آنکہ بسیارے از علما امامتش رامکروہ تحریمی قریب حرام وآناں را کہ بتقدیمش بردارند مبتلائے آثام گفتہ اند.

علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ در "شرح کبیر منیہ" عبارت "فتاوی الحجۃ" نقل کردہ می فرماید: فیه إشارة إلی أنّهم لو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علی أنّ کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بأمور دینه وتساهله في الإتیان بلوازمه فلا یبعد منه الإخلال ببعض

یہ بیس عمدہ اور بہترین وجہیں فقیہ کے لئے مفید اور بیوقوف کے لئے تباہ کن، قلم برداشتہ فی البدیہ لکھ دی گئی ہیں اگر مزید غور کیا جائے تو اور وجوہ بھی ظاہر ہوسکتی ہیں تاہم اِنہیں پر اکتفاء کیا جاتا ہے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ اب مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ شریعتِ مقدسہ نے فاسق کی امامت کو پسند نہیں کیا حتی کہ بہت سے علماء نے اسے مکروہ تحریمی حرام کے قریب فرمایا ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والوں کو گناہِ عظیم میں مبتلا قرار دیا ہے۔

علّامہ ابراہیم حلبی "کبیر شرح منیہ" میں "فتاوی الحجۃ" سے نقل کرکے فرماتے ہیں: اس میں اشارہ ہے کہ فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہونگے کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے کہ وہ امورِ دین کا کوئی خاص خیال نہیں کرتا اور شریعت کے لازمی امور کے ادا

شروط الصلاة وفعل ما ينافيها بل هو الغالب بالنظر إلى فسقه ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك وفي رواية عن أحمد[1].

وهمین ست مفاد ارشاد امام زیلعی در "تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق"[2].

وعلامہ حسن شرنبلالی در "مراقی الفلاح"[3] شرح متن خودش "نورالایضاح" ذکر کردش وعلامہ سید احمد طحطاوی در "حاشیہ مراقی"[4] رحمة اللّٰه علیهم أجمعین

کرنے میں سُستی سے کام لیتا ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ نماز کی بعض شرطوں کو بھی ترک کردے اور نماز کے مخالف کوئی کام کر بیٹھے بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر یہی غالب گمان ہے؛اسی لئے امام مالک کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک بھی اس کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں، "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں امام زیلعی کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے، علامہ حسن شرنبلالی "نور الایضاح" کی شرح "مراقی الفلاح" میں اور علامہ سید احمد طحطاوی نے "حاشیہ مراقی" میں بھی اسی طرح فرمایا۔

سبحان اللّٰه چون امامت فاسق بفسق واحد اورا نوبت باینجا رسیدست ایں کس که وجوه

سبحان اللّٰہ! جب اس شخص کی امامت درست نہیں جس میں ایک فسق پایا جاتا ہوتو اس شخص کو امام بنانا

1......"غنية المتملي في شرح منية المصلّي"، فصل في الإمامة، ص٥١٣-٥١٤.

2......"تبيين الحقائق"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج١، ص٣٤٥.

3......"مراقي الفلاح"، صـ٧٠.

4......"طحطاوي على المراقي"، صـ٣٠٣.

عدیدہ از فسق جمع کردہ
کہ از آنہا بعضے روئے بسوئے
کفر آوردہ والعیاذ باللہ تعالی ہیچ
محل آں باشد کہ امام
کردن او روا دارند
یا در حرمت اقتدایش نزاعی
آرند گیرم کہ نماز پس
فاسق وجہ حلت دارد اما
کسیکہ در نفس اسلامش
خلاف را گنجایشے باشد
کیست کہ امامت او را حلال
انگارد ألا ترى أنّ في تقديمه تعظيمه
وهو حرام عند الشرع بالقطع، مع هذا
علماء ما از امام ابویوسف رضی
اللہ تعالی عنہ روایت کردہ اند
کہ امامت متکلمان
جائز نیست اگرچہ باعتقاد
صحیح باشند كما نقله الإمام
الأجل الهندواني والزاهدي صاحب
"القنية" و"المجتبى" والإمام البخاري

کس طرح درست ہوگا جس میں کئی
وجہ سے فسق پایا جاتا ہے اور ان میں
سے بعض وجہیں کفر تک پہنچاتی ہیں
والعیاذ باللہ تعالی کیا کچھ گنجائش
ہے کہ علماء ایسے شخص کے امام بنانے
کو جائز رکھیں یا اس کی اقتداء کے
ناجائز ہونے میں کچھ اختلاف
کریں یہ درست ہے کہ فاسق کے
پیچھے نماز جائز ہونے کی ایک صورت
ہے لیکن جس شخص کے اسلام ہی میں
اختلاف پایا جاتا ہو اس کی امامت کو
کون حلال گمان کرے گا؟ کیا تجھے
خبر نہیں کہ اسے امام بنانے میں اسکی
تعظیم ہے اور وہ شرعاً قطعی طور پر حرام
ہے اس کے باوجود ہمارے علماء امام
ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ متکلمین کی امامت
جائز نہیں اگرچہ ان کا عقیدہ صحیح ہو
جیسے کہ امام اجل ہندوانی زاہدی
صاحبِ ''قنیہ'' و ''مجتبیٰ''،

صاحب ”الخلاصة“ والإمام العلامة المحقق حيث أطلق في ”الفتح“[1] وبهمیں معنی فتواے امام اجل شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ بخط مبارکش یافتہ اند کما نص علیه في ”الخلاصة“[2] وایں روایت راھمہ ائمہ ممدوحین بقبول وتقریر گرفتہ اند ودر توضیح مراد وتنقیح مفادش طرق عدیدہ رفتہ محط کلام اکثرے آنست کہ اینجا مراد بمتکلم کسے ست کہ درفنون کلامیہ زائد برحاجت توغل دارد ودر تکثیر شکوک وشقاشق عقلیہ عمر عزیز ضائع برد أفاد ذلك الإمام الهندواني.

وعلامہ عبد الغني نابلسي در ”حدیقہ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ“

امام بخاری صاحبِ ”خلاصہ“ اور ابنِ ہمام صاحبِ ”فتح القدیر“ نے نقل کیا، امام الاجل شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فتوٰی میں جو ان کے خط مبارک سے پایا گیا یہی بات لکھی ہے جیسے کہ ”خلاصہ“ میں ہے اس روایت کو تمام ائمہ کاملین نے قبول کیا اور اس کی مراد مختلف طریقوں سے بیان فرمائی ہے، اکثر اس طرف گئے ہیں کہ اس جگہ متکلم سے مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے مختلف فنون میں ضرورت سے زیادہ مشغولیت رکھتا ہو اور شکوک وشبہات کی کثرت میں عمرِ عزیز کو ضائع کردے، یہ مطلب امام ہندوانی نے بیان فرمایا۔

اور علامہ عبد الغنی نابلسی ”حدیقہ ندیہ“ شرح ”طریقہ محمدیہ“ میں

1......”فتح القدير“، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج١، ص٣٠٤.

2......”خلاصة الفتاوى“، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، ج١، ص١٤٩.

گوید: المروي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنّ إمامة المتكلم وإن كان بحق لا تجوز محمول على الزائد على قدر الحاجة والمتوغل فيه كما قيل من طلب العلم بالكلام تزندق ولا يريد المتكلم على قانون الفلاسفة لأنّه لا يطلق على مباحثهم علم الكلام لخروجه عن قانون الإسلام وهو من أجزاء الحد، كما في "البزازية"[1]، پس امامت متفلسفان اولٰی واجدر بعدم جوازست كما لا يخفى.

فرماتے ہیں کہ: امام ابو یوسف سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ متکلم اگرچہ صحیح عقائد رکھتا ہو اس کی امامت ناجائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ضرورت سے زیادہ علمِ کلام میں توجّہ اور حد درجہ کا شغف رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جس نے کلام کے ذریعے علمِ دین کو طلب کیا وہ زندیق (بے دین) ہو گیا متکلم سے امام ابو یوسف کی مراد وہ شخص نہیں جو فلاسفہ کے قانون پر کلام کرتا ہو کیونکہ فلسفیوں کی ابحاث کو علمِ کلام نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ تو قانونِ اسلام ہی سے خارج ہیں اور یہ اجزاء حد میں سے ہے، جیسا کہ "بزازیہ" میں ہے۔ جب علم کلام میں غلو کرنیوالوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے تو فلسفے کے دعویداروں کے پیچھے بطریقِ اولیٰ ناجائز ہوگی، جیسا کہ مخفی نہیں۔

1 ......"الحديقة الندية"، النوع الثاني من الأنواع الثلاثة، ج ۱، ص ۳۳۲.

بالجملہ شرع مطہر زنہار نہ پسندد کہ سیدموصوف را باوصف چنیں فضائل واستحقاق کل از منصب امامت بر آرند وایں کس را باآں ہمہ معاصی ومناھی ودواھی وتباھی بجایش بردارند لاجرم ہر کہ بایں کار واجب الانکار پردازد شریك آں متفلسف باشد در اثم ومعاونش در ایذا وظلم ومستخف بشان سیادت وعلم ومورد بسیاری از شنائع مذکورۃ الصدر کما لا یخفی علی المنشرح الصدر واللّٰہ الھادي في کلّ ورد وصدر حضرت حق جل وعلا فرماید: ﴿لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۪﴾ (1) مدد ہمد گر مکنید بر گناہ وستم

الحاصل شریعتِ مطہرہ ہرگز پسند نہیں کرے گی کہ سید موصوف کو اتنے فضائل اور مستحق ہونے کے باوجود منصبِ امامت سے برطرف کردیا جائے اوراس شخص کو تمام گناہوں، ممنوع حرکتوں کے باوجود ان کی جگہ مقرر کردیا جائے یقیناً جو شخص یہ ناپسندیدہ کام کرے گا وہ گناہ اور اس کی امداد، ایذا، ظلم، شانِ سیادت اور علم کی توہین اور بہت ساری سابقہ قباحتوں میں فلسفے کے اس دعویدار کا شریک ہوگا جیسے کہ صاحبِ شرحِ صدر پر مخفی نہیں (2)، اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے: گناہ اورزیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

1......پ٦، المائدۃ: ٢.

2......کشادہ دل والے پر پوشیدہ نہیں۔

وحاکم وعقیلی وطبرانی وابن
عدی وخطیب بغدادی باسانید
خود ها ازعبداللّٰه بن عباس
رضی اللّٰه تعالٰی عنهما روایت کنند
که جناب سید عالم صلی اللّٰه
تعالٰی علیه وسلم می فرمایند: ((مَنِ
اسْتَعْمَلَ رَجُلاً مِّنْ عَصَابَةٍ وَفِيْهِمْ مَنْ هُوَ
أَرْضَى لِلّٰهِ مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
وَالْمُؤْمِنِيْنَ)) [1] یعنی هر که
مردے را ازجماعتی بر کارے
از کارهائے ایشان نصب کرد
ودر ایشان کسے ست که
پسندیده تر ست ازوے نزد
خدا پس بتحقیق او خیانت
کرد خدا ورسول ومسلمانان
را وأخرج أبو يعلى عن حذيفة بن
اليمان رضي الله تعالى عنه يرفعه إلى النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم: ((أَيُّمَا رَجُلٌ

اور حاکم، عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور
خطیب بغدادی نے اپنی سندوں
سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما
سے روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
''یعنی جو شخص ایک جماعت میں
سے کسی آدمی کو ان کے کسی کام پر مقرر
کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں میں اس
سے زیادہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی آدمی
موجود ہے تو بیشک اس نے اللہ
ورسول اور مسلمانوں کی خیانت کی۔''
اور ابویعلی نے حذیفہ بن یمان سے
روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
نے فرمایا:
''جس شخص نے دس آدمیوں کی
جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا
حالانکہ اسے علم ہے کہ ان دس
آدمیوں میں مقرر شدہ آدمی سے

1......"المستدرك"، كتاب الأحكام، الحديث: ٧١٠٥، ج٥، ص١٢٦، بألفاظ متقاربة، و"كتاب الضعفاء"، ترجمة حسن بن قيس، ج١، ص٢٦٧، بألفاظ متقاربة.

اِسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰى عَشْرَةِ أَنْفُسٍ وَعَلِمَ أَنَّ فِي الْعَشْرَةِ أَفْضَلُ مِمَّنِ اسْتَعْمَلَ فَقَدْ غَشَّ اللّٰهَ وَغَشَّ رَسُوْلَهُ وَغَشَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ))[1].

علامہ مناوی رحمہ اللّٰہ تعالٰی در"تیسیر شرح جامع صغیر" زیر حدیث اول گوید: من استعمل رجلاً من عصابة أي نصبه عليهم أميراً أو قيماً أو عريفاً أو إماماً للصلاة[2].

افضل موجود ہے تو بیشک اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔"

علامہ مناوی "تیسیر شرح جامع صغیر" میں سابقہ حدیث ((من استعمل رجلاً من عصابة))، یعنی جو شخص ایک جماعت میں سے کسی آدمی کو ان کے کسی کام پر مقرر کرتا ہے، کے تحت فرماتے ہیں کہ أي: نصبه عليهم أميراً أو قيماً أو عريفاً أو إماماً للصلاة، یعنی ایسے شخص کو ان پر امیر یا محافظ یا نمائندہ یا نماز کا امام بنا دیتا ہے جس سے زیادہ مقبولِ الٰہی ان میں موجود تھا تو وہ خائن ہے۔

امام بخاری در"تاریخ" وابن عساکر از ابو امامہ باہلی وطبرانی در"معجم کبیر" از مرثد غنوی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما

امام بخاری نے "تاریخ" میں، ابن عساکر نے ابو امامہ باہلی سے اور طبرانی نے "معجم کبیر" میں مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ

1......"كنز العمال"، كتاب الأمارة، قسم الأفعال، الحديث: ١٤٦٤٩، الجزء٦، ص٩.

2......"التيسير"، حرف الميم، تحت الحديث: ٨٤١٤، ج٦، ص١٠٤.

راویند که سیدعالم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فرماید: (وهذا حديث أبي أمامة) ((إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ تُقْبَلَ صَلَاتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ))[1]. اگر شما را خوش آید که نمازِ شما مقبول شود پس باید که شمارا بهترین شما امامت کند.

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (اور یہ حدیث ابو امامہ سے مروی ہے) کہ: ”اگر تمہیں پسند ہے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو ایسا شخص امام بنے جو تم میں سے افضل ہو۔“

دارقطنی وبیهقی ازعبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما روایت دارند، سیدعالم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فرماید: ((اِجْعَلُوا أَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ))[2] بهترانِ خود را امام کنید که ایشان سفیر شمایند میانِ شما وپروردگار شما عزوجل.

دار قطنی اور بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اپنے میں سے بہترین لوگوں کو امام بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندے ہیں۔“

وفي الباب عن واثلة بن الأسقع رضي الله تعالى عنه أخرجه الطبراني في ”المعجم الكبير“.

اس بارے میں طبرانی نے ”معجم کبیر“ میں واثلہ ابن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

1...... ”كنز العمال“، كتاب الصلاة، قسم الأقوال، الحديث: ٢٠٤٢٩، الجزء٧، ص٢٤٣.

2...... ”سنن الدارقطني“، كتاب الجنائز، باب تخفيف القراءة لحاجة، الحديث: ١٨٦٣، ج٢، ص١٠٨، بتغير قليل.

(**الحاصل خلاصۂ حکم آنست**) کہ ایں کس از بدترین فسّاق وفجّار ست وبوجوہ چند در چند تعزیر شدید را سزوار وامامتش ممنوع ونارَوا بلکہ مسلمانان را از صحبتش احتراز اولٰی وزنہار رخصت نباشد کہ آں سیّد فقیہ را از امامت براندازند واین متفلسف سفیہ را بجایش مقرر وموقر سازند ہر کہ متصدی ایں کار شود خود واجب التعزیر وگنہگار شود تقدیم کو وامامت از کجا بلکہ ایں کس رامی شاید کہ از شناعات مذکورہ خود باز آید داغِ کفران از جبینش شوید وفلسفہ ملعونہ را وداع گوید وبر فضل علم دیں وبزرگی حقش ایمان آرد وتکلف تفلسف وتشدق تصلف را قبیح پندارد وشنیع انگارد واز سرنو

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ: یہ شخص بدترین فاسق وفاجر ہے اور بے شمار وجوہ کی بناء پر سخت سزا کا مستحق ہے اس کی امامت ناجائز اور ممنوع ہے اور مسلمانوں کو اس کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور ہرگز اجازت نہیں کہ اس سید فقیہ (عالم دین) کو امامت سے برطرف کیا جائے اور فلسفے کے اس دعویدار بیوقوف کو اس کی جگہ مقرر کیا جائے جو شخص اس کام کے درپے ہوگا وہ خود سزا کا مستحق اور گنہگار ہوگا، تقدیمِ امامت تو دور کی بات بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ مذکورہ بالا خرابیوں سے باز آئے اور ناشکری کا داغ اپنے ماتھے سے دھوئے اور مردود فلسفے کو رخصت کرے اور علم دین کی فضیلت اور اس کے حق کی بزرگی پر ایمان لائے فلسفہ پرستی، تکلف اور بیہودگی کو بُرا سمجھے اور ناپسند رکھے اور

کلمۂ طیبہ اسلام خواند وبعد ازاں تجدید نکاح بتقدیم رساند فإنّ ذلك هو الأحوط كما يظهر بمراجعة "الدّرالمختار" وغيره من أسفار الكملة، واللّٰه سبحانه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم.

از سرِ نو کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کی تجدید اس کے بعد تجدیدِ نکاح کرے اسی میں احتیاط ہے، جیسا کہ "درمختار" وغیرہ بڑی معتبر کتابوں کو دیکھنے سے ظاہر ہو جائے گا۔ واللّٰہ سبحانہٗ وتعالٰی أعلم وعلمہ جلّ مجدہ أتمّ وأحکم۔

مآخذ ومراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنّف / مؤلّف	مطبوعہ
1	القرآن الكريم	كلام اللّٰه عزّ وجلّ	ضياء القرآن، كراچی
2	كنز الإيمان	إمام أهل السنة أحمد رضا خان البريلوي ت ١٣٤٠هـ	ضياء القرآن، كراچی
		كتب الحديث	
3	صحيح البخاري	محمد بن إسماعيل البخاري ت٢٥٦هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
4	صحيح مسلم	مسلم بن حجاج القشيري ت ٢٦١هـ	دار ابن حزم، بيروت، لبنان
5	سنن الترمذي	محمد بن عيسى الترمذي ت ٢٧٩هـ	دار الفكر، بيروت
6	سنن أبي داود	أبو داود سليمان بن أشعث ت٢٧٥هـ	دار إحياء التراث، بيروت
7	سنن ابن ماجه	محمد بن يزيد ابن ماجه ت٢٧٣هـ	دار المعرفة، بيروت
8	سنن النسائي	أحمد بن شعيب النسائي عليه الرحمة ت٣٠٣هـ	دار الجيل، بيروت
9	سنن الدارمي	عبد اللّٰه بن عبد الرحمن الدارمي ت٢٥٥هـ	قديمي كتب خانه، كراچی
10	شرح السنة	محمد الحسين بن مسعود البغوي ت٥١٦هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
11	شعب الإيمان	أحمد بن الحسين البيهقي ت٤٥٨هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
12	سنن الدارقطني	علي بن عمر الدارقطني ت٣٨٥هـ	نشر السنة، ملتان
13	السنن الكبرى	أحمد بن الحسين البيهقي ت٤٥٨هـ	دار الكتب العلمية، بيروت

14	المسند	الإمام أحمد بن حنبل ت ٢٤١هـ	دار الفكر، بيروت
15	المصنف في الأحاديث والآثار	عبد اللّٰه بن محمد بن أبي شيبة الكوفي ت٢٣٥هـ	دار الفكر، بيروت
16	الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علي بن بلبان الفارسي ت٧٣٩هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
17	المعجم الأوسط	سليمان بن أحمد الطبراني ت٣٦٠هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
18	مسند أبي يعلى	أبو يعلى أحمد بن علي الموصلي ت ٣٠٧هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
19	المقاصد الحسنة	محمد بن عبد الرحمن السخاوي ت٩٠٢هـ	دار الكتاب العربي، بيروت
20	الجامع الصغير	جلال الدين عبد الرحمن السيوطي ت٩١١هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
21	المعجم الكبير	سليمان بن أحمد الطبراني ت٣٦٠هـ	دار إحياء التراث العربي، بيروت
22	المعجم الصغير	سليمان بن أحمد الطبراني ت٣٦٠هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
23	المستدرك على الصحيحين	محمد بن عبد اللّٰه النيسابوري ت٤٠٥هـ	دار المعرفة، بيروت
24	فردوس الأخبار	شيرويه بن شهردار الديلمي ت٥٠٩هـ	دار الفكر، بيروت
25	كشف الخفاء	إسماعيل بن محمّد عجلونی ت١١٦٢هـ	دارالكتب العلمية،بيروت
26	الترغيب والترهيب	زكي الدين عبد العظيم المنذري ت٦٥٦هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
27	كنز العمال	علاء الدين علي المتقي الهندي ت٩٧٥هـ	دار الكتب العلمية، بيروت

28	مجمع الزوائد	علي بن أبي بكر الهيتمي ت٨٠٧هـ	دار الفكر، بيروت
29	مشكاة المصابيح	محمد بن عبد اللّٰه ولي الدين التبريزي ت٧٤٢هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
30	نوادر الأصول	محمد الحكيم الترمذي ت٣١٨هـ	البركة للتجليد الغني، دمشق
31	السنة	أبو بكر أحمد بن عمرو ابن أبي عاصم ت٢٨٧هـ	دار ابن حزم،بيروت، لبنان
		شروح الحديث	
32	مرقاة المفاتيح	علي بن سلطان القاري ت١٠١٤هـ	دار الفكر، بيروت
33	التيسير شرح الجامع الصغير	عبد الرؤوف المناوي ت١٠٣١هـ	دار الحديث، مصر
		كتب التأريخ وأسماء الرجال	
34	تأريخ دمشق = ابن عساكر	علي بن الحسن ابن هبة اللّٰه بن عبد اللّٰه الشافعي ت٥٧١هـ	دار الفكر، بيروت
35	الكامل	عبد اللّٰه بن عدي الجرجاني ت٣٦٥هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
36	الطبقات الكبرى	محمّد بن سعد ابن سعد ت٢٣٠هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
		كتب الفقه	
37	حلبي كبير	إبراهيم الحلبي الحنفي ت ٩٥٦هـ	سهيل اكيڈمي، لاهور
38	خلاصة الفتاوى	طاهر بن عبد الرشيد البخاري ت ٥٤٢هـ	مكتبه رشيديه، كوئٹه
39	تبيين الحقائق	فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي ت٧٤٣هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
40	التاتارخانية	عالم بن علاء أنصاري دهلوي ت٧٨٦هـ	إدارة القرآن، كراتشي

41	الأشباء و النظائر	علامه زين الدين ابن نجيم ت ٩٧٠هـ	دارالكتب العلمية، بيروت
42	ردّ المحتار	محمد أمين ابن عابدين الشامي ت١٢٥٢هـ	مكتبه إمداديه، ملتان
43	فتح القدير	كمال الدين ابن همام ت ٨٦١هـ	مكتبه رشيديه، كوئٹه
44	الفتاوى الهندية	جمعيت علماء اورنگزيب عالمگير ت ١١٦١هـ	مكتبه رشيدية كوئٹه
45	طحطاوي على المراقي	أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي ت ١٢٣١هـ	قديمي كتب خانه، كراچي
46	طحطاوي على الدر	أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي ت ١٢٣١هـ	المكتبة العربية، كوئٹه
47	القنية	مختار بن محمود الزاهدي ت٦٥٨هـ	مخطوطه
48	مراقي الفلاح	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي ت ١٠٦٩هـ	مكتبه امداديه، ملتان
49	صغيري شرح منية المصلي	إبراهيم الحلبي الحنفي ت٩٥٦هـ	مير محمد كتب خانه، كراچي
50	الفتاوى الحديثية	شهاب الدين أحمد بن محمد ابن حجر ت٩٧٤هـ	مير محمد كتب خانه،كراچي
51	منح الروض	ملّا علي بن سلطان القاري ت١٠١٤هـ	قديمي كتب خانه، كراچي
52	الحديقة الندية	العلّامة عبد الغني النابلسي ت١١٤٣هـ	دار الطباعة عامرة، مصر
53	الدرّ المختار	العلّامة علاء الدين الحصكفي ت ١٠٨٨هـ	دار المعرفة، بيروت
54	تنوير الأبصار	محمد بن عبد اللّٰه التمرتاشي الغزّي ت١٠٠٤ هـ	دار المعرفة، بيروت
55	الفتاوى الكبرى الفقهية	أحمد بن محمد ابن حجر المكي ت٩٧٤هـ	دار الكتب العلمية، بيروت

56	الفتاوى الرضوية	إمام أهل السنة أحمد رضا خان البريلوي ت ١٣٤٠هـ	رضا فاؤنڈيشن، لاهور
57	بهار شريعت	مفتي أمجد علي الأعظمي ت ١٣٦٧هـ	مكتبة المدينه، باب المدينه

كتب المتفرقة

58	شرح الصدور	جلال الدين عبد الرحمن السيوطي ت ٩١١هـ	دار الكتب العلمية، بيروت
59	الصواعق المحرقة	أحمد بن حجر مكي الهيتمي ت ٩٧٤هـ	كتب خانه مجيديه، ملتان









اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات کو **فیضانِ مدینہ** محلّہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی میں مغرب کی نماز کے بعد ہونے والے سنّتوں بھرے اجتماع میں ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے، عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سنّتوں کی تربیت کے لیے سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابندِ سنّت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔ ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ

اپنی اصلاح کے لیے **مَدَنی انعامات** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے **مَدَنی قافلوں** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- کراچی: شہید مسجد، کھارادر۔ فون: 021-32203311
- لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-37311679
- سردارآباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
- کشمیر: چوک شہیداں، میرپور۔ فون: 058274-37212
- حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
- ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
- اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
- راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
- پشاور: فیضانِ مدینہ گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر۔
- خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
- نواب شاہ: چکرا بازار، نزد مسلم کمرشل بینک۔ فون: 244-4362145
- سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 071-5619195
- گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4225653
- گلزارِ طیبہ (سرگودھا): کالج روڈ بالمقابل جامع مسجد۔ 048-6007128

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)

فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)

فون: 4921389-93/4126999 فیکس: 4125858

Email:maktaba@dawateislami.net \ www.dawateislami.net